قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کیلیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ **المرشد**

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

ماہنامہ
سی۔ پی۔ ایل۔ نمبر ۳
المرشد لاہور

جلد نمبر ۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۷ء شمارہ ۲

مدیر:۔ تاج رحیم ★ سرکولیشن منیجر:۔ رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ	تاج رحیم	۳
تزکیہ قلب	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
ذکرِ الٰہی کیوں اور کیسے	"	۱۴
عہد حاضر کی منفرد تفسیر	ڈاکٹر محمد حامد	۲۲
اسلام کے معاشی نظام کے اصول	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۹
عبادت کا اثر	"	۳۷
آپ نے پوچھا	"	۴۲

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون:۔ ۶۳۱۴۳۶۵۰

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی: کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸-۴۶۷

اداریہ

وہ لوگ جو صرف کلمہ پڑھ کر ایمان لائے جن کے پاس نہ ذاتی ' نہ وہ اجتماعی وسائل تھے جو آج کے مسلمان کے پاس ہیں بلکہ ان کے پاس تو اس وقت کے مروجہ وسائل بھی نہیں تھے ۔ نہ ان کے پاس تیل کی دولت تھی ۔ نہ بنک تھے ۔ نہ ٹیکنالوجی تھی اور نہ ہی ذرائع آمدورفت تھے یہاں تک کے چند سو افراد کے پاس دس صحت مند گھوڑے بھی نہ تھے ۔ چند تیز تلواریں تھیں اور محدود چاق و چوبند جوان تھے ۔ اس کے باوجود اتنے کم افراد پر مشتمل مسلمان قوم نے اس وقت کی سپرپاورز کو نیست و نابود کر دیا آخر ان کے پاس کون سا جادو تھا جو ہمارے پاس نہیں

کسی قوم کو طاقت ور بننے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس کا جائزہ لیا جائے تو مسلمان قوم کے پاس نہ صرف وہ تمام وسائل موجود ہیں بلکہ وافر مقدار میں موجود ہیں پھر بھی مسلمان کمزور ہے ۔ دوسروں کا محتاج ہے ۔ اپنی حفاظت تک کا اہل نہیں لامحدود مال و دولت کے باوجود کفار کی خیرات سے اس کی زندگی برقرار ہے ۔ مسلمان سے مسلمان کا تحفظ کفر کر رہا ہے ۔ قبلہ اول واپس لینے والوں سے کعبتہ اللہ بھی یہود کے زیر تحفظ جا رہا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے ؟ کس مرض نے ہمیں بے حس ' کمزور و بے بس کر دیا ہے ؟ اس مرض کی تشخیص مسلمان معاشرے کا ہر فرد جانتا ہے علاج کوئی نہیں چاہتا ۔ سیاستدان سے پوچھ لیں ۔ بیورو کریٹ سے پوچھ لیں ۔ دانشور سے ' ماہر تعلیم سے ' ڈاکٹر سے ' انجینئر سے یا تاجر سے پوچھ لیں ۔ زمیندار سے ' کسان سے ' مزدور ٹرک ڈرائیور یا کوچوان سے پوچھ لیں ۔ سب کا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ " ہمارے دل سیاہ ہو چکے ہیں " اس دل کی تاریکی نے ہم سے کیا کچھ نہیں چھینا ۔ طاقت گئی ' عزت گئی کمزوری ملی ' خوار ہوئے ' لاؤڈ سپیکر نے بلال ؓ کی جگہ لی اذان درس و تدریس نعت و درود کی گونج بلند ہو گئی لیکن عمل گیا ' دین پر اعتماد گیا ایمان گیا ۔ تاریکی اور بڑھ گئی ۔

اس حقیقت پر مسلمان قوم کا ہر فرد متفق ہے کہ تمام دنیاوی وسائل کے افراط کی موجودگی کے باوجود ہمارے قلب ایسے تاریک ہیں کہ ان میں نور ایمان کا بسیرا نہیں ہو رہا ان بے سروسامان مسلمان اور آج کے مسلمان میں جو فرق ہے وہ صرف قلب کے روشن اور تاریک ہونے کا ہے وہ مسلمان جس کا دل روشن تھا جس کا قلب ایمان سے منور تھا بے سروسامانی کے باوجود دنیا پر چھا گیا اور آج کا مسلمان جو دولت اور وسائل کے لحاظ سے امیر ترین ہے لیکن ایمان کی روشنی سے محروم ہونے کی وجہ سے ذلیل و خوار ہے ہر جگہ پٹ رہا ہے آخر یہ دل کو منور کرنے کے لئے اللہ دین کا چراغ امریکہ سے امپورٹ کرنا پڑے گا ؟ قلوب کو روشن کرنے والے ٹھیکیدار بھی تو اتنے پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے اپنے اپنے چراغوں کے دھوئیں کی کثافتوں نے اصلی چراغ کی روشنی کو مسلمان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے وہ چراغ جو چودہ سو سال پہلے روشن ہوا تھا وہ اب بھی روشن ہے اس کی روشنی سے دلوں کے چراغ روشن ہوتے چلے آ رہے ہیں اسے دیکھنے ' پہچاننے ' روشنی اور محض چمک میں فرق کرنے کے لئے نگاہ چاہئے جو شخص بینائی کی نعمت رکھتا ہے اسے روشنی کا مینار نظر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ۔ اسے اپنا قلب منور کرنے کے لئے کسی منطق ' دلیل یا لمبی چوڑی تقریروں کا محتاج ہونے کی ضرورت نہیں ۔ اس چراغ سے اپنے دل کا چراغ جلا کر دیکھئے تو سہی ۔

تاج رحیم

تزکیہ قلب

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے آج کا عہد جو ہے یہ فتنوں کا عہد ہے اور اس طرح کے فتنے پیدا ہو رہے ہیں جو کسی کے وہم و گماں میں بھی نہیں تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتنوں کے لئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنوں کا بند دروازہ ہے۔ تو عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دروازہ کھل جائے گا یا توڑا جائے گا فرمایا توڑ دیا جائے گا اور فتنے اس طرح برسیں گے جس طرح بارش برستی ہے۔ اس عہد میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جو فتنے پیدا ہوئے آج تک مسلمانوں کے لئے' عالم اسلام کے لئے اور گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں ہر موڑ پر امت کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئے۔ شہادت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جو دن گزرتا گیا اس میں فتنے بڑھتے گئے اسلام اطراف عالم میں پھیلا' نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ مختلف اقوام' مختلف مزاج کے لوگ داخل ہوئے۔ ہر قوم میں اس کے مزاج کے مطابق فتنے بھی آئے۔

برصغیر میں بھی اسلام کی ایک ہزار سالہ تاریخ ہے اس ہزار سالہ تاریخ میں برصغیر میں کئی قسم کے مزاج تھے۔ ایک وہ مزاج جو عرب اپنے ساتھ لائے۔ وہ قومیں جو عربی النسل ہیں وہ لوگ جو عرب سے اسلام کا پیغام لے کر یہاں وارد ہوئے۔ ان کا ایک اپنا مزاج تھا۔ اپنی رسومات تھیں۔ اپنا ایک پس منظر تھا۔ اس پس منظر کا کچھ حصہ مشرکانہ اور جاہلانہ بھی تھا اس میں قتل و غارت گری بھی تھی۔ اس میں خوں ریزی بھی تھی۔ قبائلی تعصب بھی تھا۔ اسلام نے ان مصیبتوں سے ان کی جان چھڑائی تھی۔ یہاں آکر جو عرب بس گئے مرور زمانہ سے جب وہ اسلام سے دور ہوئے۔ اسلام کی قوت جو ان کے دلوں میں تھی وہ ماند پڑی تو وہ عادات جو ان کی پرانی اور خاندانی تھیں وہ رسومات قتل و غارت گری ڈاکے لوٹ مار' عیاشی' شراب نوشی اس طرح کی باتیں ان اقوام میں پیدا ہوگئیں۔ دوسرے مزاج وہ تھے جو لوگ برصغیر کے رہنے والے تھے برصغیر میں رہنے والوں میں عربوں کی نسبت زیادہ بت پرستی تھی زیادہ فحش رسومات تھیں دولت کی محبت بہت زیادہ تھی۔ جوئے وغیرہ عربوں کی نسبت زیادہ تھے نسل کے معاملے میں برصغیر کے لوگ عربوں سے کئی ہاتھ آگے تھے۔ اسلام نے ان مصیبتوں سے ان کی بھی جان چھڑائی۔ عرب تھے یا عجم تھے سب مسلمان کہلائے لیکن جوں جوں اسلام کا رنگ ماند پڑتا گیا تو ہر مزاج کے لوگ واپس اپنے مزاج کو لوٹ گئے اسلام میں ایک

خصوصیت تھی اور ہے اور رہے گی وہ یہ تھی کہ اسلام عقل کو مطمئن ضرور کرتا ہے اور کبھی عقل دلائل سے منہ نہیں موڑتا کبھی یہ نہیں کہتا کہ اسلام کا کوئی حکم یا کوئی عقیدہ یا کوئی عمل عقل سے ثابت نہیں ہو سکتا لیکن عقل پر انحصار نہیں کرتا۔ اسلام خطاب دل کو کرتا ہے۔ اعتبار دل پر کرتا ہے اور دل کی تبدیلی پر یقین رکھتا ہے عقلاً" آدمی کسی بات سے لاجواب تو ہو سکتا ہے یا کسی بات کا قائل تو ہو سکتا ہے لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے دل کا ساتھ ہونا ضروری ہے اگر دل ساتھ نہ دے تو عقل کی حیثیت یوں ہوتی ہے کہ کوئی بدکار بدکاری کو عقلاً" اچھا نہیں سمجھتا مگر خود کر رہا ہوتا ہے۔ اپنی اولاد کو نہیں کرنے دیتا خود جوا کھیل رہا ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے میرے بچے اس میں نہ پڑیں اس لئے کہ عقلاً" وہ اسے برا سمجھتا ہے۔ کرتا کیوں ہے؟ اس کا دل چاہتا ہے جب تک دل اس بات سے نہ بدلے آدمی کا کردار نہیں بدلتا وہ پارٹی بدل سکتا ہے۔ عقلی طور پر کسی سے متفق ہو سکتا ہے۔ کسی کی بات کو قبول کر سکتا ہے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں لیکن جب عمل کی گھڑی آتی ہے تو وہی کرتا ہے جو دل چاہتا ہے۔

اسلام نے بنیاد ہی دل پر رکھی۔ فرمایا لقد من الله علی المومنین اللہ کے احسانات تو کائنات کے ذرے ذرے پر ہیں لیکن اہل ایمان پر خصوصاً" اللہ کا احسان ہے۔ بہت بڑا احسان اللہ نے کیا ہے ان لوگوں پر جنہیں ایمان نصیب ہوا۔ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم اور وہ احسان یہ ہے کہ اس نے ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہ اللہ کے بے شمار احسانات ہیں۔ زندگی اس کا احسان ہے۔ صحت اس کا احسان ہے۔ ایک ایک خصوصیت سمع و بصر جو ہے یہ اس کا احسان ہے۔ عقل و خرد اس کا احسان ہے اور ایک ایک لقمہ' ایک ایک ذرہ' ایک ایک قطرہ پانی کا' ہوا کا ایک ایک جھونکا' ہر شے اسی کے احسانات کی تصویر بنی ہوئی ہے اور اسی کے احسانات ہیں سارے لیکن فرمایا ایک بہت بڑا احسان جو ساری مخلوق سے ہٹ کر صرف ان لوگوں پر فرمایا جنہیں ایمان نصیب ہوا وہ ہے بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اسی احسان کی یا آپ کی یا آپ کی ذات کی یا آپ کے منصب رسالت کی وضاحت فرمائی۔ فرمایا: میرا جو ایک بندہ تمام اہل ایمان کے دلوں کو صاف کرتا ہے۔ یتلو اعلیھم ایتہ ویزکیھم پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ بندے کو دعوت الی اللہ دیتا ہے یتلو اعلیھم ایتہ اللہ کی آیات ان پر پڑھتا ہے یعنی انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے یہ بہت بڑا احسان ہے کہ کسی کو اس "دار دنیا" میں خالص اور کھری دعوت نصیب ہو اللہ کی طرف اور پھر دعوت دے کر بس نہیں کرتا جو دعوت قبول کرے۔

ویزکیھم۔ اس کا تزکیہ فرماتا ہے۔ اس کا دل پاک کر دیتا ہے اس کے دل کو صاف کر دیتا ہے۔ موسیٰ

جب دل کا تزکیہ نہ ہو تو حال یہ ہوتا ہے کہ سود کھاتا ہے اور سود کے خلاف تقریر کرتا ہے کہنے کو ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے جب عمل کی باری آتی ہے تو مغربی جمہوری نظام کو چلاتے ہیں

لوگوں نے عقلاً" کلمہ پڑھ لیا ہے ان کے دلوں کا تزکیہ نہیں ہوا۔ اگر قلب کا تزکیہ ہو تو وہ اللہ کے مقابلے میں اپنا فیصلہ دینے کی جرات نہیں کرتے وہ حرام کو حرام کہتا ہی نہیں بلکہ حرام کو حرام سمجھتا بھی ہے۔

علیہ السلام کو جب مبعوث فرمایا گیا فرعون کی طرف تو جو بات انہوں نے فرعون سے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی ھل لک الی ان تزکی ○ واھدیک الی ربک فتخشی ○ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا تزکیہ کر دوں پاک کر دوں تیرے دل کو۔ اور دل میں پاکیزگی آنے سے کیا ہو گا؟ اھدیک الی ربک۔ میں تیرا تعلق تیرے پروردگار سے جوڑ دوں۔ اتنا تعلق فتخشی کہ تجھے اس سے حیا آنے لگے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے تجھے اللہ کی حضوری نصیب ہو جائے۔ یہ بات جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوت تزکیہ ان کی اپنی شان کے مطابق تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت تزکیہ ان کی اپنی شان کے مطابق ہے۔ موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے بنی اسرائیل کی طرف، قبطیوں کی طرف، فرعون کی طرف، ایک مخصوص قوم کی طرف، ایک مخصوص ملک میں، ایک مخصوص عہد کے لئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پوری انسانیت کے لئے، ساری دنیا کے لئے، سارے زمانوں کے لئے، اور ہمیشہ کے لئے۔ جس طرح کا منصب اور فریضہ ہے ویسی ہی قوت تزکیہ بھی ہو گی۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوت تزکیہ کا کمال یہ ہے کہ اگر فرعون بھی ان کی بات قبول کرے تو فرعون کو بھی وہ پلک جھپکنے میں صحابی بنا دیں اور شرف صحابیت سے نواز دیں اور اس میں خشیت الٰہی پیدا ہو۔ یہ احسان اللہ نے مومنین پر شمار فرمایا کہ میرا رسول اللہ علیہ وسلم جن کا تزکیہ فرماتا ہے۔

ویزکیھم۔ اور جب دل کا تزکیہ ہوتا ہے ویعلمھم الکتب والحکمۃ تو پھر انہیں قرآن اور مفاہیم قرآن تعلیم فرماتا ہے۔ قرآن اور ارشادات رسول ﷺ جو قرآن کی تفسیر ہیں۔ عمل رسول ﷺ جو قرآن کی تفسیر ہے۔ لیکن تعلیم کے قابل بندہ تب ہوتا ہے جب اس کا تزکیہ ہو جائے اور اگر خدانخواستہ کسی کا تزکیہ نہ ہو۔ کتاب و حکمت اسے نفع نہیں دے گی۔ جنہوں نے ایمان قبول نہ کیا، نہ ان کا تزکیہ ہو سکا، نہ انہیں کتاب و حکمت کوئی فائدہ دے سکی، جنہوں نے ایمان قبول کیا لیکن زبان سے کیا اور دل کو تزکیہ کے لئے نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں پیش نہ کیا۔ منافق کہلائے۔ کتاب و حکمت انہیں بھی کوئی فائدہ نہ دے سکی۔ اللہ نے فرمایا۔

ان المنفقین فی درک الا سفل من النار منافقین کو میں کافروں سے بھی نیچے درجے کے دوزخ میں ڈالوں گا۔ یعنی تزکیہ اگر نہ ہوا تو نہ صحبت رسالت ﷺ نے فائدہ دیا، نہ کتاب و حکمت نے فائدہ دیا اور یہ منافق وہ لوگ تھے جنہوں نے مدینہ منورہ میں

حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں۔ آپ ﷺ کے دست حق پرست سے ہاتھ ملایا۔ آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ ﷺ کے ارشادات اپنے کانوں سے سنے اور مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی اتباع میں نمازیں پڑھیں۔ جہاد میں ساتھ رہے لیکن اللہ نے فرمایا کہ میں انہیں کافروں سے بھی نچلے درجے کے جہنم میں بھیجوں گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے دل تزکیے کے لئے پیش نہیں کئے۔ محض دنیوی فوائد کے لئے اسلامی ریاست کے ساتھ شریک رہے اور جن کا تزکیہ ہوا۔

انہوں نے ایک عالم کو خدا آشنا کر دیا۔ صحرا کی گود سے مٹھی بھر اٹھے اور روئے زمین پر سے کفر کی بساط لپیٹ دی۔ ظلم اور جور کی بساط لپیٹ دی۔ نا انصافی کی بساط لپیٹ دی اور مزے کی بات یہ ہے کہ عدل و انصاف غیر مسلم کو بھی ان کی زیر نگیں آ کر نصیب ہوئی کافر کو بھی اگر تاریخ انسانی میں کبھی انصاف نصیب ہوا تو مسلمانوں اور اہل اسلام کے زیر نگیں آ کر۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے پہلا شخص جسکا تزکیہ سب سے اعلیٰ ہوا' وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ تم سے مال میں یا جان میں یا کسی اور صفت میں تکڑا نہیں ہے۔ بلکہ بات وہ ہے جو اللہ نے اس کے دل میں ڈال دی۔ وہ سب سے بازی لے گئے یعنی جو تبدیلی دل میں آئی اس میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آپ دیکھ لیجئے پوری کائنات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجے پر جسے یہ نعمت نصیب ہوئی ہے وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلفائے راشدین علی الترتیب خلافت۔ آپ خلفائے راشدین کی زندگیوں کا مطالعہ فرمائیے آپ کو کوئی لمحہ فارغ یا ضائع ہوتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ زندگی کا کوئی شعبہ ان کی دسترس سے باہر نہیں ہو گا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ مشاہیر عالم کو پڑھیے اگر کوئی مورخ ہے تو ساری زندگی اس نے تاریخ جمع کی دوسرا کوئی کام نہیں کر سکا۔ اگر کوئی سائنس دان ہے تو ساری عمر سائنس کے تجربات کرتا رہا۔ بیوی بچے بھی بھوکے مر گئے۔ ان کے لئے بھی کچھ نہیں کر سکا بلکہ بڑے بڑے شاعر اور ادیب اپنا گھر نہ بنا سکے صرف شعر کہتے رہے یا ادب لکھتے رہے۔ زندگی کے کسی شعبے کے آدمی کو آپ لے لیں۔ جس شعبے کا بندہ ہے اس ایک شعبے میں اس کی زندگی صرف ہو گئی دوسری طرف دیکھ نہ سکا۔ ان لوگوں کو دیکھیے جن کا تزکیہ ہوا زندگی کا کوئی شعبہ ان کی رسائی سے باہر نہ تھا امور خانہ داری سے لے کر امور سلطنت تک' اور گھر سے لے کر سیاست تک۔ صحت و بیماری سے لے کر کاروبار تجارت تک۔ معیشت سے لے کر سیاست تک۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جو ان کے قابو میں نہیں تھا اور جس میں انہوں نے رہنما اصول واضح کر کے پوری انسانیت کو نہ دیئے ہوں۔ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کا تزکیہ نہ ہوتا تو کیا امت کو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ملتے۔ جن کا تزکیہ نہیں ہوا وہ عبداللہ بن ابی بنے۔ نبی کریم ﷺ سراپا رحمت تھے۔ ابن ابی کے مرنے پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اس کی بخشش کے لئے دعا کروں گا۔ حکم ہوا کہ آپ ﷺ ستر بار بھی دعا کریں تو یہ بخشا نہ جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں ستر سے زیادہ بار اللہ سے عرض کروں گا۔ حکم ہوا کہ آپ ﷺ ان کے لئے دعا کر ہی نہیں سکتے۔ منع کر دیا گیا کہ آپ ﷺ نہ ان کا جنازہ پڑھیں گے نہ ان کے لئے دعا کریں گے۔ ان میں سے جو مر جائے اس کی قبر پر بھی آپ ﷺ تشریف نہیں لے جا سکتے چہ جائیکہ

آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھیں یا اس کے لئے دعا کریں۔ کیوں؟ وہ کہتے تھے ہم مسلمان ہیں انہوں نے غزوات میں سفر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں آ کر نمازیں پڑھیں۔ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ فرمایا یہ زبانی کہتے ہیں انہوں نے اپنا دل تزکیے کے لئے آپ ﷺ کے قدموں میں نہیں ڈالا۔ ان کا تزکیہ نہیں ہوا۔ یہ بنیادی بات ہے اسلام کی کہ وہ قلب کو موضوع بناتا اور قلب کا تزکیہ کرتا ہے اور تزکیہ قلب تبدیلی لاتا ہے عملی زندگی میں اور انسان وہ انسان بنتا ہے جو اللہ کو پسند ہے جس کا مطالبہ ہے رب کریم کا جس کے لئے اس نے انسان کو زندگی اور دنیا کا میدان دیا ہے جس میں وہ ثابت کرتا ہے عظمت الٰہی کو صداقت اسلام کو رسالت محمد ﷺ کو حق و انصاف کو اور ابطال باطل کرتا ہے۔ باطل اور ظلم کو روکتا ہے لیکن اگر اس کا اپنا ہی تزکیہ نہ ہو تو اس کے اپنے اندر سے ظلم اور ظلمت ختم نہیں ہوتی اور پھر یہی حساب ہوتا ہے جس طرح ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ

ہم سود ختم کر دیں گے لیکن ملک میں سب سے بڑے سود خور حکمران ہیں۔ جب دل کا تزکیہ نہ ہو تو حال یہ ہوتا ہے کہ سود کھاتا ہے اور سود کے خلاف تقریر کرتا ہے' کہنے کو ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے جب عمل کی باری آتی ہے تو مغربی جمہوری نظام کو بچاتے ہیں تو آپ ایک ہی کام سے دیکھ لیجئے کہ قانون بنایا قومی اسمبلی نے کہ زبردستی ریپ (Rape) کرنے والوں کو سزائے موت ہو گی۔ بھئی تم کون ہوتے ہو قانون بنانے والے ریپ کی سزا تو رجم موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم فرمایا یہ تو حد ہے یعنی یہ جرم ایک آدمی کرے یا دس کریں' گینگ ریپ ہو یا ایک شخص ہو۔ بدکاری' بدکاری ہے۔ زبردستی' زبردستی ہے۔ ایک آدمی کرے یا دس آدمی کریں ایک کرے ایک کو سنگسار کرو۔ دس کریں دس کو سنگسار کرو اور یہ حد ہے۔

قرآن میں دو طرح کی سزائیں ہیں ایک ہیں حدود' حدود وہ سزائیں ہیں جن کا فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے اور عدالت نے صرف شہادت مکمل کرنی ہے اگر شہادت مکمل ہو جائے تو سزا وہی دی جائے گی جس کا فیصلہ اللہ نے کیا۔ اسے حد کہتے ہیں یہ حدود ہیں۔ دوسری تعزیرات ہیں تعزیر وہ سزا ہے جو عدالت کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے کہ اگر شہادتیں مکمل ہو جائیں پھر عدالت کو اختیار ہے اسے قید کرے یا اسے سزا دے تعزیرات میں تو قانون سازی ہو سکتی ہے اور طے کیا جا سکتا ہے کہ کس جرم پہ اگر وہ ثابت ہو جائے تو کیا سزا ہو گی اور اس قانون سازی کے لئے بھی نظیر لانا پڑے گی آپ کو متقدمین سے' عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے' خلفائے راشدین سے' سلف صالحین سے کہ اس عہد میں ایک بندے نے یہ جرم کیا اسے یہ سزا دی گئی آج اگر یہ جرم کرتا ہے تو اسے یہ سزا دی جائے۔ تو برابر ہو گی۔ اس کے لئے بھی اہل علم اور اس پائے کے علماء کی ضرورت ہے جو اجتہاد کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں چہ جائیکہ کہ ہمارے وہ معزز ممبران اسمبلی جنہیں وضو کا طریقہ یاد نہیں جنہیں نماز نہیں آتی جو روزہ نہیں رکھتے جو جوا کھیلتے' شراب پیتے اور سود کھاتے ہیں۔ وہ بیٹھ کر حدود کے مقابلے میں اپنا فیصلہ پاس کریں اور دعویٰ یہ ہو کہ اسلام نافذ ہو رہا ہے یعنی جو فیصلہ اللہ نے کیا وہ اسلام نہیں ہے جو آج کی اسمبلی کرے یہ اسلام ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے "عقلاً" کلمہ پڑھ لیا ہے ان کے

دلوں کا تزکیہ نہیں ہوا۔ اگر قلب کا تزکیہ ہو تو وہ اللہ کے مقابلے میں اپنا فیصلہ دینے کی جرات نہیں کرتے وہ حرام کو حرام کہتا ہی نہیں بلکہ حرام کو حرام سمجھتا بھی ہے۔

لیکن اس دور پرفتن کو کیا کہیے کہ میرے پاس جتنا لٹریچر آتا ہے ان میں سے اکثر اس بات پہ زور دیتا ہے کہ یہ تصوف اور یہ ذکر اذکار اور یہ اللہ اللہ جو ہے یہ مسلمانوں نے ہندو سے سیکھ لیا۔ ماشاء اللہ کیا تحقیقات ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ بدعات و خرافات کے خلاف جتنے فتوے نقل کرتے ہیں وہ سارے صوفیوں کے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہوں گے یا بایزید

علماء تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا جنہوں نے قرآن حکیم کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔اور تزکیے کا ترجمہ انہوں نے تصوف کر دیا اصل لفظ قرآن کا تزکیہ تھا اس تزکیے کو جب انہوں نے فارسی میں ڈھالا تو انہوں نے اسے تصوف کہہ دیا تزکیے کا معنی بھی قلب کو پاک کرنا ہے اور تصوف کا معنی بھی صفائے باطن اور صفائے قلب ہے اور ہوا یہ کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی نقل بھی بنتی ہے۔ نقلی سونا تو آتا ہے بازار میں لیکن نقلی ریت مٹی تو کوئی نہیں لائے گا۔ سونے ہی کی نقل بنے گی ریت کی کوئی نقل بنا کر کیا کرے گا۔ اسے کون خریدے گا۔ یہ چونکہ

تزکیے کا معنی بھی قلب کو پاک کرنا ہے اور تصوف کا معنی بھی صفائے باطن اور صفائے قلب ہے

بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے ہوں گے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تک اس فہرست میں میں نے نام پڑھے جتنے لوگوں نے بدعات خرافات اور رسومات کی مخالفت میں سب سے سخت فتوے دیئے ہیں وہ سارے وہی لوگ ہیں جنہیں آپ صوفی کہتے ہیں۔ صوفی ہے کیا شے؟ صوفی کی اصل کیا ہے؟ قرآن نے جس لفظ کو تزکیہ کہا۔ قرآن حکیم کا سب سے پہلے غیر عربی زبان میں جو ترجمہ ہوا وہ فارسی ہے۔مسلمانوں نے کسریٰ ایران کی سلطنت کو فتح کیا اور بڑے بڑے جید علماء اسلام میں داخل ہوئے انہوں نے اسلام کو سمجھا اپنایا اور آپ کو اکثر و بیشتر تفاسیر اور احادیث کے مصنفین ایران کے ملیں گے۔ اس لئے کہ ایران سب سے پہلا ملک ہے جو بحیثیت ایک ملک و قوم کے داخل اسلام ہوا اور جس میں بڑے بڑے

شعبہ بہت قیمتی تھا اس کی نقل بھی آگئی لوگ نقلی خدا بنے اور لوگوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا لوگ نبی بھی بنے اور لوگوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یہ تو ایک عام سی بات تھی نقلی ولی بن جانا یا نقلی صوفی کہلا لینا یہ تو کوئی بڑی بات نہیں تھی ایک نقل جو تھی وہ عام ہوئی اور اس میں خرافات آئیں اس میں فرقیات آئے اور اس میں حرام چیزیں داخل کی گئیں اس میں ہندوؤں کی رسومات بھی داخل کی گئیں لیکن نقالوں نے کیں۔ جنہیں تزکیہ قلوب نصیب ہوا ان کے پائے کا اللہ کی توحید کو ماننے والا کبھی کوئی دوسرا روئے زمین پر نہیں ملتا۔ نقل کو رد کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ اصل کو میدان میں لائیں کوئی نقلی گھی بیچتا ہے تو آپ اصلی گھی عام کر دیں بازار میں پھر کسی کا دماغ خراب ہے کہ وہ اصل چھوڑ کے

نہ خریدے گا۔ کوئی نقلی سونا بیچتا ہے تو آپ اصل سونا مارکیٹ میں لے آئیں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ اصل کی قیمت دے کر نقلی خریدے گا اگر اس شعبے میں نقل آگئی تھی تو حق یہ تھا کہ اسے اتنا عام کیا جاتا کہ نقالوں کی دکانیں ماند پڑ جاتیں اور لوگوں کو حق نصیب ہوتا تو لوگ باطل میں پھنسنے سے بچ جاتے نقل کو کم کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ اصل کی اساس ہی ختم کر دو نقل ختم ہو جائے گی یا دنیا میں رہ ہی نقل جائے گی؟

تو اس دور کا جو فتنہ ہے وہ یہ ہے کہ کہیں اجتماع ہوتا ہے تفسیر کے نام پر تو تردید تصوف کی کی جاتی ہے یہ کون سی تفسیر کا موضوع ہے کہیں اجتماع کسی اور علمی نام سے ہوتا ہے تو تردید تصوف کی کی جاتی ہے اور بات یہ کی جاتی ہے کہ دین کی بات کرو یہ دین تو نہیں ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ چودہ صدیوں میں آپ دین میں نامور لوگوں کے نام جمع کریں تو

همہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

دنیا بھر کے سارے شیر اس ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں لومڑی اپنے حیلوں سے اسے کب پگھلائے گی۔
معترض جانتا ہی نہیں کہ تصوف کیا ہے تو میں عرض کروں کہ تصوف کا جو لفظ ہے یہ عربی لفظ تزکیے کا ترجمہ ہے اور تصوف آج بھی وہی ہے کہ قلب کا تزکیہ کیا جائے قلب کو ذاکر بنایا جائے قلب میں اللہ اللہ آ جائے اور اس کا اثر عملی زندگی پہ یہ آئے کہ گناہ کڑوا لگے اسے اور نیکی میں لذت محسوس ہو بالحقاق حق کے لئے جان تک دینے کی جرات پیدا ہو جائے باطل کو للکارنے کی جرات پیدا ہو جائے میدان عمل میں حق کو حق کہنے کی توفیق نصیب ہو گذشتہ چودہ صدیوں کی تاریخ میں ہر اسلامی انقلاب اہل اللہ کا اور صوفیوں کا محتاج رہا پوری تاریخ ہے یہ کہ جہاں بھی مثبت تبدیلی آئی جہاں بھی باطل کو للکارا گیا جہاں بھی رزم حق و باطل بپا ہوئی تو اس کی قیادت کا سہرا انہی لوگوں کے سر ہے جس فن کو آج تردید کا نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور میں یہ عرض کر دوں یریدون لیطفوا نور اللہ با فواھھم واللہ متیم نورہ ولو کرہ الکافرون

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تزکیہ قلب خالصتاً" انوارات الٰہی کا کام ہے برکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے اور یہ رسماً" نصیب نہیں ہوتا حکایتاً" یہ بات نہیں بنتی یہ وراثتاً" ملتا ہے جس طرح دین موروثی ہے قرآن موروثی ہے حدیث موروثی ہے نسل بعد نسل مسلمانوں کو منتقل ہوئی ہے آج بنانے سے نہیں بنتی آج کوئی بنانے سے قرآن نہیں بنتا آج کسی کے بنانے سے حدیث نہیں بنتی آج بنانے سے سنت نہیں بنتی اسی طرح آج بنانے سے تصوف نہیں بنتا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کو صحابہ سے تابعین، تبع تابعین کو اور امت کو نصیب ہوئیں آج بھی وہی ہیں اور قرآن بھی ہمیشہ رہے گا کتاب بھی رہے گی سنت بھی رہے گی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہیں گی برکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہیں گی۔ انہیں ختم کوئی نہیں کر سکے گا۔ انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ خطرہ ہم لوگوں کو ہے کہ ان سے محروم ہو کر ہمارا کیا ہو گا؟ اس کا کیا ہے

تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک محبت کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

تزکیہ قلب خالصتاً" انوارات الٰہی کا کام ہے برکات

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے اور یہ

رسماً" نصیب نہیں ہوتا حالانکہ" یہ بات نہیں بنتی

اس کا اس کے دین کا اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

عسی ان یات اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ

ایک قوم کو تباہ کر دے گا اسکی جگہ دوسری لے آئے گا مسلمانوں نے یہی حال کیا اس نے مسلمانوں پر تاتاریوں کو عذاب کی طرح نازل کر دیا اور انہیں تباہ کرنے کے بعد وہی تاتاری کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے جو گھر سے نکلے تھے کہ دنیا سے اسلام کا نام مٹا دیں گے انہوں نے بدکار مسلمانوں کو تو تہہ تیغ کر دیا اسلام کا نام تو کیا مٹاتے وہ تو خود مسلمان ہو گئے وہ جو شاعر مشرق نے کہا تھا

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اور یہ جو ہم توبہ کی امید پر گناہ کیے جاتے ہیں۔ گناہ نہ کرنا اور بات ہے اور گناہ پہ جرات کرنا توبہ کی امید پر یہ دوسری بات ہے۔ تزکیے کا کمال یہ ہے کہ وہ بندے اور اسکے گناہ کے درمیان دیوار بن جاتا ہے اور اگر ترک گناہ نہ ہو سکے تو سمجھ لینا چاہیے کہ میرا تزکیہ دل سے نہیں ہو پارہا۔ یہ ایک رشتہ الفت ہے اور فرمایا

رشتہ الفت کو ظالم یوں نہ بے دردی سے توڑ
جڑ تو پھر یہ جائے گا لیکن گرہ رہ جائے گی

نئی چیز میں اور ٹوٹ کر جڑی ہوئی چیز میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے آپ کبھی کوئی برتن خریدنے جائیں آپ نیا خریدیں گے۔ کوئی ٹوٹا ہوا جوڑ کر دکاندار رکھ دے آپ نہیں لیں گے۔ تو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بندے اور اس کے گناہ کے درمیان حائل ہو۔ بندے اور باطل کے درمیان حائل ہو۔ بندے اور حق کا رشتہ قائم کرے۔ بندے اور بندے کے مالک اور پروردگار کا تعلق قائم کرے۔ بندے کو آج یہ احساس ہو کہ میری حرکات بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوں گی۔ بندے کو آج یہ احساس ہو کہ میرا کردار میرا رب دیکھ رہا ہے۔ اسی کیفیت کا آپ اندازہ کیجئے کہ دنیا میں مسلمان کا دشمن ہندو سے لے کر یہودی اور عیسائی تک' چپے چپے پر کافر دشمن موجود ہے اور ان اسلام کے ٹھیکیداروں کو دیکھیے انہیں دنیا میں کوئی کافر نظر نہیں آتا۔ اگر تمہیں محنت کرنی ہے تو دنیا میں دیکھو کتنا کفر پھیلا ہوا ہے کتنا ظلم پھیلا ہوا ہے خدا کا خوف کرو اسی ملک میں کتنی دہشت گردی ہے کتنی جانیں روزانہ ضائع ہو رہی ہیں۔ قتل کے خلاف کچھ لکھو دہشت گردی کے خلاف کچھ لکھو ظلم کے خلاف کچھ لکھو کفر کے خلاف کچھ لکھو تمہیں لکھنے کی توفیق ہوتی ہے تو وہ بھی تزکیے کے خلاف؟ کیا یہی علم کا مصرف ہے؟ یہی سمجھا ہے ان لوگوں نے قرآن و حدیث کو؟ اور یہ کیا سمجھتے ہیں یہ اسے روک لیں گے؟

همہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یہ تو وہ زنجیر ہے جس میں جہان بھر کے شیر جکڑے ہوئے ہیں لومڑیاں اپنے حیلوں سے اس زنجیر کو کب پگھلا سکے گی۔

بہرحال اللہ ہر فتنوں سے محفوظ رکھے یہ اس عہد کا ایک نیا فتنہ ہے کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی تردید کی طرف یہ لوگ نہیں جاتے۔ ایک نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اس کی تردید کی طرف نہیں جاتے اس بات پہ زور لگا رہے ہیں کہ یہ تزکیہ قلوب جو ہے یہ بڑا ظلم ہے وہ ظلم نہیں ہے جو لاہور میں بیٹھا ہوا نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ ظلم نہیں ہے کہ کراچی میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے بیٹھا ہے یہ ظلم نہیں ہے جو روزانہ ہر گلی کوچے میں قتل ہو رہے ہیں یہ ظلم نہیں ہے بستے گھروں کو اجاڑا جا رہا ہے' یہ ظلم نہیں ہے کہ گھر گھر ڈاکہ پڑ رہا ہے اور یہ ظلم نہیں ہے کہ دنیا کا کفر دندناتا پھر رہا ہے اور مسلمان منہ چھپا کر پھر رہے ہیں یہ خون کی بہتی ہوئی ندیاں یہ لٹتی ہوئی عزتیں یہ جلتے ہوئے گھر ان دل کے اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا اور ان کا زور قلم اس پہ صرف ہو رہا ہے کہ یہ تزکیہ قلوب کا بڑا ظلم ہو رہا ہے قوم کے ساتھ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اور اس کو کیا کہا جا سکتا ہے لوگو! میری بات پلے باندھ لو یہ اللہ کے احسانات میں سے عظیم تر احسان ہے کہ اس نے بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بنی آدم کو تزکیہ قلوب سے آشنا کر دیا بہت قیمتی محنت ہے اس کی قدر کرو اور ثابت کرو ان لوگوں پر کہ اللہ اللہ سے صرف دل نہیں بدلتے انسان بدل جاتے ہیں اور بدلے ہوئے بندے حالات کو بدلنے کی قوت رکھتے ہیں۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ استقامت علی الدین اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

حکومت پاکستان کی باقاعدہ منظوری کے بعد الاخوان رپورٹ اب

الاخوان ٹائم

کے نام سے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو گا۔

جس کی قیمت فی رسالہ 15/- روپے ہے

اور سالانہ 170/- روپے ہے۔

جمع کروائیں تاکہ رسالہ ہر ماہ آپ کی دہلیز پر پہنچ سکے۔

پتہ = ماہنامہ الاخوان ٹائم۔ 6۔ اے وارث لاہور پاکستان

اجتماع

لشکر مخدوم

۱۶ اکتوبر بروز جمعرات شروع ہوگا

اور جمعہ کے روز جاری رہے گا

کرنل مطلوب حسین

ناظم اعلیٰ

ذکر الٰہی کیوں اور کیسے

مولانا محمد اکرم اعوان

آج کی اس مختصر سی نشست میں میں یہ کوشش کروں گا کہ میں اس موضوع پر کچھ عرض کروں۔ کہ ذکر الٰہی کیوں اور کیسے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے۔ تاکہ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ ذکر الٰہی کیوں اور اس کا بڑا سادہ بڑا ٹھوس اور بڑا صاف جواب دیا ہے۔ قرآن کریم نے اللہ جل شانہ کی طرف سے اپنے ماننے والوں کو اپنا ذکر مسلسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں ایک غلط فہمی ہو جاتی ہے اور بہت بڑی غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ لوگ ذکر میں اور عبادات میں غلط ملط کر دیتے ہیں اور عموماً" یہ کہہ دیا جاتا ہے ہم جو عبادات کرتے ہیں۔ زکواۃ دیتے ہیں' حج ادا کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ یقیناً" اللہ کا ذکر ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے جس ذکر کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس پر بس نہیں نماز کو رب العلمین نے خود ذکر فرمایا ہے۔ حکم دیا ہے کہ جب نماز کے لئے پکارا جائے اذا نودی الصلوۃ جمعے کی اذان جب ہوتی ہے تو کاروبار چھوڑ دیں۔ فسعو الی ذکر الله اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے آئیں۔ یہاں از خود نماز کو ہی ذکر کہا گیا ہے۔ اس کو ہی اگر آپ غور فرمائیں گے ارشاد ہوتا ہے۔ اذا نودی لصلوۃ جب نماز ختم ہو گی ہم نے نماز ادا کر دی فنتشر و فی الارض و ابتغوامن فضل الله روئے زمین پر پھیل جائیں اور اپنا کاروبار کریں اور اللہ کا دیا ہوا رزق تلاش کریں اپنی روزی کی تلاش میں لگ جائیں لیکن واذکرو الله کثیرا۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہیں اور بات بڑی واضح اور صاف ہے کہ نماز بھی ذکر الٰہی ہے لیکن نماز پر ہی ذکر الٰہی کو بس کر دینا جو ہے وہ مقصود نہیں ہے۔ نماز تو آپ نے معین وقت پر ادا کر لی الحمد اللہ لیکن اس کے بعد جو وقت ہے۔ جو کام کاج کا وقت ہے' جو سفر کا وقت ہے۔ جو کاروبار کا وقت ہے۔ آپ جس فیلڈ میں ہیں جہاں ہیں جو کچھ کر رہے ہیں وہاں حکم ہے کثرت سے میری یاد اور میرے نام کو دہراتے رہو اسی طرح آپ جہاد میں دیکھیں گے۔ اللہ کا حکم موجود ہے۔ اذا لقیتم فی فئہ فاثبتوا تمہارا مقابلہ کسی باطل طاقت سے آ جائے جب تک لڑو اور اس کے ساتھ حکم موجود ہے۔ وذکر الله کثیرا" عین میدان کارزار میں بھی ذکر الٰہی کثرت سے کرتے رہو۔ رب جلیل نے اپنے اسماء حسنٰی ارشاد فرمائے ہیں اپنی کتاب میں اور یہ حکم بھی دیا ہے۔ ولهم اسماء الحسنى فاتبعوه بها اللہ کے بڑے خوبصورت نام ہیں۔ رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔

غفار ہے۔ ستار ہے۔ تو ان ناموں سے اسے پکارو فادعوہ بھا اسے ان بہترین ناموں سے پکارو۔ جب ذکر کی بات آتی ہے تو فرمایا وذکر اسم ربک ذکر اپنے رب کے ذاتی نام کا کرو یاد جو ہے اسکا تعلق اسم ذات سے ہے۔ اللہ اللہ کو دہراتے رہو۔ تو میرے خیال میں اس طرح کی اگر ہم شہادتیں جمع کرنی شروع کریں۔ قرآن حکیم کی کوئی سورت ایسی نہیں ہو گی جس میں یا ذکر کرنے کا حکم موجود نہ ہو۔ یا ذکر کے فوائد پر بحث نہ ہو۔ یا عدم ذکر اور ذکر چھوٹ جانے کے نقصانات کا تذکرہ نہ ہو۔ بلکہ ذکر اور وہ بھی قلبی ذکر کی اس حد تک تلقین ہے اللہ کی کتاب میں ولا تطع من قلبہ عن ذکرنا فرمایا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اس کی بات کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دو۔ اس کی بات کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور قلب کا ذاکر نہ ہونا من جانب اللہ ایک سزا کے طور پر ارشاد ہوا ہے کہ لوگوں کے جب تعلقات اللہ کی یاد سے بگڑتے ہیں۔ عدم اطاعت سے گناہ سے۔ نافرمانی سے اس کی سزا یہ ملتی ہے۔ اغفلنا قلبہ عن ذکرنا ہم نے ان کے قلوب کو اپنے ذکر سے اپنی یاد سے غافل کر دیا تو کیوں کا جواب تو میرے خیال میں یہ کافی ہے اور اس طرح کی بے شمار مثالیں کتاب اللہ میں مزید موجود ہیں اور حدیث مبارکہ میں تو ذکر کرنے والے اور ذکر سے غافل کو زندہ اور مردہ سے تشبیہہ دی ہے رسول ﷺ نے ذاکر اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ جیسی دی ہے۔ اصل بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں اس آج کی مجلس میں وہ ہے کیسے؟

کہ ذکر کس طرح کیا جائے اس طرح کچھ عزیز پوچھ رہے تھے بعض لوگ کہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا یا اس پر

کہ نماز بھی ذکر الٰہی ہے لیکن نماز پر ہی ذکر الٰہی کو بس کر دینا جو ہے وہ مقصود نہیں ہے۔ نماز تو آپ نے معین وقت پر ادا کر لی الحمد للہ لیکن اس کے بعد جو وقت ہے۔ جو کام کاج کا وقت ہے جو سفر کا وقت ہے۔ جو کاروبار کا وقت ہے۔ آپ جس فیلڈ میں ہیں جہاں ہیں جو کچھ کر رہے ہیں وہاں حکم ہے کثرت سے میری یاد اور میرے نام کو دہراتے رہو

کوئی دلیل نہیں ہے اور ایک بڑی مزے کی بات مکہ مکرمہ میں ایک عالم نے میرے ساتھ کی تھی وہ جامعہ ام سے فارغ تھے مکہ کے بہت بڑے تاجر ہیں۔ بہت بڑا ڈیپارٹمنٹل سٹور ہے ان کا۔ بہت فاضل آدمی ہیں۔ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ اللہ کی دین ہے۔ تو وہ بھی فرمانے لگے کہ یہ جو ذکر کا حکم موجود ہے تو اس سے مراد تو یہ ہو گی کہ ہم زبان سے اللہ اللہ کریں۔ اگر زبان نہیں حرکت کرے گی تو اسے تو فرشتہ لکھے گا ہی نہیں اور وہ عمل کیسے ثابت ہو گا تو بھئی بات یہ ہے سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عبادات دو طرح سے ہیں ایک وہ جن کے اوقات جن کی ہیئت جن کے کلمات جن کی صورت معین ہے۔ جیسے نماز ہے۔ اس کا وقت معین ہے۔ رکعت معین ہے۔ رکوع و سجود کا طریقہ معین ہے۔ اس کے بعد قبلہ معین ہے۔ اس کے لیے وضو کا کرنا ایک معین ہے باقاعدہ ہے۔ اسی طرح حج کا ایک وقت مقرر ہے اس کے ارکان مقرر ہیں۔ اس کی جگہ مقرر اور معین ہے رمضان المبارک کے اوقات مقرر ہیں۔ مہینہ معین ہے۔ خاص

خاص صورتیں ہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں آپ ذکر کا حکم جہاں بھی ملے گا اس کے ساتھ تعین نہیں ہو گی کسی قسم کی یعنی یہ دوسری قسم میں سے ہے کہ جس کا ذکر کرنے

> کہ لوگوں کے جب تعلقات اللہ کی یاد سے بگڑتے ہیں۔ عدم اطاعت سے گناہ سے۔ نافرمانی سے اس کی سزا یہ ملتی ہے۔ اغفلنا قلبہ عن ذکرنا ہم نے ان کے قلوب کو اپنے ذکر سے اپنی یاد سے غافل کر دیا

کا حکم تو دے دیا گیا لیکن اس کی صورت کیا اختیار کی جائے یہ طولیں اختیار کرنے والے پہ چھوڑ دی گئی ذات باری نے۔

اور حکم دیا الذین یذکرون اللہ قیاما" و قعودا و علی جنوبھم اب نہ اس میں وقت کی کوئی قید ہے اور نہ کوئی حالت کی کوئی قید ہے کہ کھڑے ہو' بیٹھے ہو یا لیٹے ہو۔ لیکن اللہ کا ذکر ہو رہا ہو۔ اللہ کے ذکر میں غفلت نہ آئے ہم کھڑے بیٹھے لیٹے ہیں کسی موسم کی قید نہ رہی۔ کسی وقت کی قید نہ رہی کسی حالت کی قید نہ رہی۔ بیمار بھی لیٹا ہوتا ہے۔ آرام کے لیے بھی آدمی لیٹا ہوتا ہے۔ سفر کی قید نہ رہی کہ وہ چل رہا ہے یا موٹر میں ہے۔ یا جہاز میں ہے۔ کسی موسم اور کسی مہینے کی ہر اجمال کی تفسیر رسول ﷺ نے عملاً" بھی اور قولاً" بھی ارشاد فرما کر کر دی۔ سنت میں موجود ہے کہ رسول ﷺ کا کوئی لمحہ ذکر الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ یاد رہے کہ ہم جب ذکر قلبی کی تلقین کرتے ہیں تو زبانی ذکر کرنے سے منع نہیں کرتے یا ہم یہ نہیں کہتے جو شخص قلبی ذکر نہیں سیکھ رہا ہو کم درجے کا مسلمان ہے اور ہم اس سے اعلیٰ درجے کے مسلمان ہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک اپنے دل کو صاف کرنے کی اور اطاعت الٰہی کی قوت حاصل کرنے کی اور تائید باری کو حاصل کرنے کی ایک بہترین کوشش ہے۔ جو بھی چاہے کرے یعنی ایک طرح کا اوون جیسی محنت ہے۔ دوسرے لوگوں سے زیادہ برکات اور زیادہ انعامات دلوانے کا سبب بنتی ہے اور اس کا مدار سلف صالحین سے اس بات پر چلا آتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی مجلس عالیہ میں جو شخص پہنچا۔ ایمان نصیب ہوا۔ تو ایک نگاہ میں وہ صحابی ہو گیا۔ یہ صحابیت ایک کیفیت ایک حالت کا نام ہے کہ صحابی ہر اس صفت میں جو اخلاق عالیہ کی طرف مدعو کی جا سکتی ہے۔ امانت و دیانت ہو۔ ایمانداری ہو۔ سچائی ہو۔ ورع و تقوع ہو۔ نیکی ہو۔ ان تمام اوصاف عالیہ میں اس درجہ کمال کو پا لینے والے انسان کا نام ہے۔ غیر صحابی اس درجے کو نہیں پاسکتا تو وہ اس نے کیسے پالیا۔ یہ برکات ہیں آقائے نامدار ﷺ کی کہ ایک نگاہ کسی کی حضور ﷺ کے وجود اطہر پر پڑ گئی یا آپ ﷺ کی ایک نگاہ کسی وجود پر پڑ گئی اور اس میں ایمان موجود تھا تو بیک نگاہ صحابی ہو گیا صحابیت سے یہ شرف بھی حاصل ہو جاتا تھا جس کا تذکرہ قرآن حکیم نے عجیب انداز میں فرمایا ہے۔ فرمایا ہے۔ ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ یعنی ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ان کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر قطرہ خون' ہر ہڈی' ہر رگ ہر ریشہ اللہ اللہ کرنے لگ گیا یہ بات صرف زبان تک نہ رہی۔ صرف دل تک نہ رہی۔ صرف دماغ تک نہ رہی۔ بلکہ بدن کا ایک ایک ذرہ جو ہے وہ اللہ اللہ کرنے لگ گیا نبی رحمت ﷺ نے جب چشم ظاہر میں سے پردہ فرمایا ساری دنیا سے آپ نے نوش فرمایا تو صحابہ کے مقدس وجودوں میں بھی یہ برکت بدرجہ اتم موجود تھی کہ جو بھی ان کی مجلس میں

پہنچا وہ تابعی قرار پایا اور تابعین کا طبقہ پوری امت میں ممتاز ہے۔ تابعین کی صحبت میں جو پہنچا وہ تبع تابعین کہلایا۔ اب ذکر الٰہی کا حکم موجود تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ برکات صحبت شامل ہوئی تو وجود کا انگ انگ ذاکر ہو گیا۔ رسول اللہؐ میں یہ طاقت تو موجود تھی کہ بیک نگاہ سارا وجود منور ہو گیا اور ایک ایک ذرہ ذاکر ہو گیا۔ صحابہ میں یہ قوت تھی کہ ان کے پاس بیٹھنے سے یہ قوت آگئی تبع تابعین میں ان کے بعد جب یہ دولت یہ امت آگے بڑھی تو پھر یہ طریق اختیار کیا گیا کہ لوگ ان کی مبارک محفل میں زیادہ سے زیادہ دیر بیٹھتے تاکہ زیادہ سے زیادہ انعکاس کر سکیں۔ ان کے منور قلوب سے اپنے قلوب کی طرف انعکاس کر سکیں اب اس کے ساتھ اخذ کرنے والے دونوں حضرات کو پھر ذکر الٰہی کا سہارا لینا پڑا۔ کیونکہ وہ طاقتیں تو ان لوگوں کی تھیں جوں جوں زمانہ بعد میں آتا گیا تو وہ طریقے اختیار کئے گئے جو حدود شرعی کے اندر تھے۔ کیونکہ کوئی معین طریقہ تو تھا نہیں۔ پھر صرف ایک قید تھی۔ کہ آپ کوئی ایسا کام نہ کریں جو شریعت کے خلاف ہو۔ اپنی مرضی سے اللہ اللہ کریں۔ ذکر الٰہی کریں تو بزرگان دین نے سلف صالحین نے پھر ذکر کے مختلف طریقے اپنائے آپ نے اگر تصوف کی کتب کو ایک نگاہ دیکھا ہو تو آپ کو مختلف طریقے ملیں گے۔ کہیں ذکر لسانی ہے کہیں تسبیحات ہیں۔ کہیں کلمہ طیبہ کا ذکر ہے کہیں وہ لا الہ الا للہ' لاالہ الا للہ اس کے بعد پھر محمد رسول اللہ پڑھ لیتے ہیں پھر اس کے بعد لا للہ الا للہ پھر اللہ اللہ پھر قلب پر دھیان کر کے خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ذکر لسانی سے آگے پھر ذکر قلبی کی باری آئی تو یہ طریقہ اپنایا گیا کہ خشوع و خضوع کے ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھ کر اپنے دل میں خیال کر کے دل کی ہر دھڑکن سے "اللہ ہو" کو جاری کرنے کی کوشش کریں اور یہ تب سے اب تک آرہا ہے اور انشاء اللہ یہ قیامت تک چلا جائے گا کیونکہ دلوں سے ہی دل ان کیفیات کو اخذ کرتے ہیں۔ ہم جو ذکر کرتے ہیں۔

یہ بھی وہی ذکر قلبی ہے۔ اس میں سلسلے عالیہ کے بزرگوں نے تھوڑی سی محنت اور بڑھا دی اور وہ اس طرح سے کہ آدمی کو سانس تو لینا ہی ہوتا ہے اور سانس کی آمد و شد اور دل کی دھڑکن کا آپس میں گہرا رابطہ ہے تو انہوں نے یہ فرمایا کہ اس سانس کو خالی کیوں لیتے ہو۔ ایسا کرو۔ جب سانس لو تو خیال کرو لفظ اللہ دل کی گہرائی تک اترتا جا رہا ہے۔ جب چھوڑتے ہو تو سمجھو "ہو" خارج ہو رہی ہے تو اس طرح سے "اللہ ہو" اس کو ساتھ ساتھ چلاتے چلے جاؤ دل کی توجہ بھی ہو اور سانس کو بھی ساتھ لگالو۔ جب سانس کو آپ اللہ ہو پر لگائیں گے تو آپ کا ذہن بھی اس میں لگ جائے گا کیونکہ ہر سانس کی نگرانی کرے گا تو اسے نام دیا گیا پاس انفاس یعنی ہر سانس کی نگرانی کرنا اب آپ دیکھئے ذرائع تو کبھی معین نہیں ہوتے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ اس کے لیے پانی ہونا چاہئے۔ لیکن پانی کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تالاب میں ہو یا نلکے میں ہو یا ٹوٹی میں ہو یا لوٹے میں ہو یا گلاس میں ہو۔ یا کسی جگہ پر ہو یعنی پانی ہو کسی صورت میں ہو مل جائے وضو کر لیتے ہیں۔ حج کے لیے حج کے ارکان معین ہیں۔ لیکن حج کے لئے پہنچنے کے ذرائع معین نہیں ہیں آپ پیدل بھی جا سکتے ہیں آپ موٹر پر بھی جا سکتے ہیں آپ ہوائی جہاز پر بھی جا سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور ﷺ نے تو ہوائی جہاز پر حج نہیں کیا تو آپ ہوائی جہاز پر حج کیوں کرتے ہیں تو میرے خیال میں یہ سوال' سوال سے زیادہ جاہلیت کا اعکاس ہوتا ہے۔ بھئی

جہاز پر جانا تو ایک ذریعہ ہے وہاں تک پہنچنے کا۔ اس کے آگے وہی کچھ کرنا ہے جو معین ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بس پر کوئی جاتا ہے کوئی اپنی کار لے جاتا ہے کوئی پیدل پہنچ جاتا ہے تو پہنچنے کے ذرائع میں صرف آپ کوئی چوری کر کے نہیں جا سکتے۔ آپ کسی سے زبردستی کر کے نہیں جا سکتے کوئی ناجائز ذریعہ اختیار ایسا ذریعہ جس کی شریعت نے ممانعت کر دی وہ اختیار نہیں کرسکتے لیکن یہ وہ شرعی حدود کے اندر جو ذریعہ بھی آپ اختیار کریں۔ اس کے لیے بھی آپ کر سکتے ہیں اسی طرح زمانہ اقدس میں جو جہاد ہوتا تھا وہ تو شمشیر سے اور تلوار سے اور تیر سے اور نیزے سے ہوتا تھا گھوڑے کی پیٹھ پر ہوتا تھا۔ اب گھوڑے کی جگہ ٹینک لے آئے ہیں۔ جہاز لے آئے ہیں۔ تلوار کی جگہ ہم جدید ویپنز (Weapons) لے آئے ہیں۔ میدان میں طرح طرح کے گھنکار، اور ہتھیار آ گئے ہی تو اب یہ کہا جائے کہ یہ حضور ﷺ نے تو استعمال نہیں کیا آپ کیوں کرتے ہیں تو یہ نادانی ہو گی یہ تو اسباب ہیں۔ مقصد جہاد کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ بلکہ ظلم کو روکنے کے لیے آدمی میدان کارزار میں اترے۔ اپنے حق و انصاف کے لئے اترے۔ اللہ کے دین کے لیے اترے اور زمانے کے مطابق وہ

ہم جب ذکر قلبی کی تلقین کرتے ہیں تو زبانی ذکر کرنے سے منع نہیں کرتے یا ہم یہ نہیں کہتے جو شخص قلبی ذکر نہیں سیکھ رہا ہو کم درجے کا مسلمان ہے اور ہم اس سے اعلیٰ درجے کے مسلمان ہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک اپنے دل کو صاف کرنے کی اور

اسباب بدلتے چلے جائیں گے۔ ذرائع تو بدلتے چلے جائیں گے چونکہ ذریعہ اور مقصد میں فرق کر لینا ہے۔ اسی طرح سے سینے سے ان برکات کو اخذ کرنا اور قلب کو ذاکر کرنا یہ مقصد ہے۔ یاد رکھ لیں یہ ذریعہ نہیں ہے یہ مقصد ہے اس لیے کہ اسے حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس سے محروم جو ہے اس کی محرومی کی بات کی ہے قرآن کریم نے۔ اب اسے حاصل کرنے کے لیے ذریعہ کیا اپناتے ہیں۔ ایک شخص تسبیحات پڑھتا ہے کثرت سے اور جب اسے موقع ملتا ہے شیخ کی صحبت میں بیٹھ کر مراقبہ کرتا ہے۔ اپنے دل پہ توجہ کرتا ہے۔ وہ القاء کرتے ہیں ٹھیک ہے۔ دوسرا دوسرے طریقے سے جو مشائخ میں صدیوں کے تجربوں سے اور مطالعے سے انسانی مزاج کے مطالعہ سے اور دینی حدود اور شرعی اور سنت کے حدود کے اندر رہ کر جس پر امت کا بہترین یعنی امت کے وہ لوگ جن پر امت کو ناز ہے۔ جنہیں آپ ولی اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند..... یہ سارے حضرات اسی طرح سے اپنے متقدمین کے قلوب سے اپنے قلوب کو منور کرتے رہے اور اپنی روشنیاں اپنے سے بعد آنے والے کے قلوب کو منتقل کرتے رہے اب اس لینے اور دینے میں جو طریقہ یا جو ذریعہ انہوں نے اپنایا اس پر بھی صرف ایک پابندی ہے کہ اس میں کوئی ایسا کام نہ ہو جس کی شرعاً ممانعت ہو اس کے علاوہ اس پر کوئی پابندی لگانا درست نہیں ہو گا جس طرح ہم حج پر پابندی نہیں لگا سکتے کہ آپ جہاز پر نہیں جائیں گے یا آپ اونٹ پر ہی ضرور جایئے جس طرح ہم جہاد پر پابندی نہیں لگا سکتے کہ آپ جدید ویپن کو جو ہیں ماڈرن ویپن کو استعمال نہ کریں اسی طرح اس ذکر کی تعلیم و تعلم پر بھی یہ پابندی لگا دینا

کہ بھئی آپ ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کا نام کیوں لیتے ہو۔ آپ ذہنی توجہ اس طرف کیوں کرتے ہیں۔ آپ شیخ کے پاس کیوں بیٹھتے ہیں تو یہ تو میرے خیال میں نادانی کی باتیں ہوں گی چونکہ یہ سارے ذرائع ہیں اور ہم نے کبھی نہیں کہا کہ جو ہمارے طریقے سے ذکر نہیں کرتا وہ ہم سے کم تر درجے کا مسلمان ہے یا وہ اچھا آدمی نہیں ہے یا وہ اچھا انسان نہیں ہے۔ اس نے خود اللہ کریم کے سامنے جواب دینا ہے اور اگر یہ نعمت اسے کسی اور طریقے سے مل سکتی ہے یا اس سے آسان تر طریقے سے مل سکتی ہے تو وہ بتا دے لیکن یہ کہنا کہ اسے چھوڑ دو اور پھر کوئی متبادل راستہ بھی نہ بتانا تو یہ بہت زیادتی کی بات ہو گی۔ دوسری اہم چیز جو اس میں ہے۔ یہ مدتوں کا تجربہ ہے۔ مشائخ عظام کا بھی اور اللہ کا احسان ہے کہ مجھے بھی ۳۰ سال ہونے کو آئے ہیں۔ اللہ اللہ کی محافل میں میں نے اپنے اس ۳۰ سالوں میں سینکڑوں نہیں ہزاروں دلوں کو تجلیات باری سے منور ہوتے دیکھا ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ آسان بات نہیں ہے کہ عمریں بیت جائیں دل پہ کیفیت رہتی ہے ہم پکڑ پکڑ کر اپنے آپ کو سجدوں میں جھکاتے رہتے ہیں ہم پکڑ پکڑ کر اپنی نگاہوں کو بچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم ساری عمر اٹھتے بیٹھتے سر پٹک پٹک کر محراب اور گٹے پر جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دل نہ صرف نور سے خالی رہتے ہیں۔ کیف سے خالی رہتے ہیں۔ لذت سے خالی رہتے ہیں۔ مانتے نہیں ہیں جھکنے کو عمر گذر جاتی ہے لیکن ان طریقوں کا آپ دیکھیں ان کی کیفیات دیکھیں ان کے اثرات دیکھیں کہ جو شخص بھی بیٹھ کر چند روز اللہ اللہ کرتا ہے اس پہ تجلیات باری کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس کا دل کیوں نہ چاہے کہ جس سے خطا سرزد ہو۔ تو اسے سمجھ آنا لگ جائے سمجھ آنی شروع ہو جائے کہ مجھ سے کچھ نقصان ہو رہا ہے اور جو ہر سجدے پہ سمجھ رہا ہو کہ اس میں سے مجھے کچھ حاصل ہو رہا ہے اور دل از خود دو جہانوں کو قربان کر کے محبت الٰہی پہ نثار ہونے کو دوڑنے لگے تو یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی لمحہ جو ہے وہ تجلیات باری سے خالی نہ ہو اور دل پر سینے پر دماغ پر اعضاء جوارح پر تجلیات باری منعکس ہو رہی ہوں تو اس کے لیے جو ذرائع بھی اپنائے جائیں گے ان پر ایک قید ہر حال میں رہے گی۔ کوئی ایسا طریقہ نہیں اختیار کیا جانا چاہئے۔ جو کہیں بھی شریعت کے خلاف ورزی کر رہا ہو۔ خلاف شریعت کو امور سے پابندی نہیں ہو سکتی۔ یعنی آپ شریعت کو حاصل کرنے کی سمجھنے کی اور شریعت پر عمل کرنے کی کوشش میں شریعت کی حدود کو توڑنا چاہیں تو یہ نادانی ہو گی ہم جس پیالے سے پانی پینا چاہتے ہیں۔ اسے توڑ دیں تو پینے کے کام نہیں آئے گا لیکن حدود شرعی کے اندر رہ کر کوئی بیٹھ کر اللہ اللہ کر رہا ہے کوئی لیٹا ہوا ہے۔ وہ اللہ اللہ کر رہا ہے۔ کوئی کھڑا ہو کر اللہ اللہ کر رہا ہے تو اللہ کریم نے خود اجازت دی ہے کہ تم جس حال میں بھی ہو میری یاد کرو۔ میرا ذکر کرو۔ اب یہ اس کی یاد اس کا ذکر از خود بندوں کو آ جائے۔ اگر یہ چیز از خود انسان سیکھ سکے تو میرے خیال میں انبیاء کو مبعوث کرنے کی ضرورت ہی نہ رہتی سارے لوگ از خود سیکھ جاتے۔ لیکن آپ تاریخ انسانی سے واقف ہیں کہ ہر عہد میں یہ نعمت اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے تقسیم فرمائی جب تعلمات نبوت جہان سے اٹھ گئیں تو بڑے بڑے دانشور بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے محقق اس موضوع پر بات نہیں کر سکے۔ یہ جو بات آج آپ کو آسان نظر آتی ہے۔ اللہ ہی برحق معبود ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں یہ بات حضور

اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اتنی آسان نہیں تھی اگر آسان ہوتی تو روئے زمین پہ کوئی تو سمجھ لیتا کوئی بھی نہیں تھا جو سمجھ رہا ہو تو معرفت باری اللہ جل شانہ کا تعلق بندے کا ہے ہی ایک کہ وہ ہر آن اس کے نام کو دہراتا رہے۔ اس کا ذکر کرتا رہے۔ اس کی تجلیات اس کی توجہ اس کی رحمتوں کا طالب رہے اور یہ ذکر بھی جس طرح نبی کریم ﷺ کی صحبت سے صحابی بنے ان کے وجود کا انگ انگ ذاکر ہو گیا صحابہ کی صحبت میں بیٹھنے والی تابعی بنے اسی طرح ہر ذاکر نے اپنے سے پہلے بزرگوں کے سینے سے ان برکات کو اخذ کیا ہے۔ جس طرح پڑھنے کے لیے مدرس کی معلم کی ضرورت ہے۔ جس طرح جانئے کوئی ہنر سیکھنے کے لئے کسی صاحب فن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دلوں کو روشن کرنے کے لیے بھی ان قلوب کی ضرورت پڑھتی ہے جن میں روشنی موجود ہو اور دیئے سے دیا جلتا چلا جاتا ہے تو اس میں بڑی آسان بات یہ ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو ذکر کے طریقے اپنائے جاتے ہیں یہ مقصد نہیں ہے۔ یہ ذرائع ہوتے ہیں اور ذرائع معین نہیں ہیں۔ اللہ کی طرف سے اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت ہے۔ ان کا تعین صرف یہ ہے کہ کوئی ذریعہ بھی ایسا نہ اپنایا جائے جو خلاف شریعت ہے۔ اب یہ کہنا کہ جس طرح سے آپ ذکر کر رہے ہیں اس طرح سے فلاں عہد میں نہیں ہوتا تھا یہ بالکل ایسے ہے کہ کوئی کہے کہ جس طرح آپ آج لڑائی کر رہے ہیں یہ اس زمانے میں نہیں ہوتی تھی۔ بھئی اس زمانے کا جو مقصد تھا جہاد کا' اگر آج کا جہاد اس مقصد سے ہٹ گیا تو وہ درست نہیں ہے لیکن ذرائع ہر دور کے اپنے ہیں۔ مزاج لوگوں کے اپنے ہیں ضروریات لوگوں کی اپنی ہے اور ان میں انہیں اللہ کی طرف سے دین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ذرائع اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے کسی بھی ذریعے سے یا جو ہمارے طریقے سے ذکر نہیں کرتا کسی اور طریقے سے کرتا ہے۔ ہم تو اس کی مذمت نہیں کرتے۔ آخر اللہ کا ذکر تو کر رہا ہے۔

> جب سانس لو تو خیال کرو لفظ اللہ دل کی گہرائی تک اترتا جا رہا ہے۔ جب چھوڑتے ہو تو سمجھو "ہو" خارج ہو رہی ہے تو اس طرح سے "اللہ ہو" اس کو ساتھ
>
> ساتھ چلاتے چلے جاؤ دل کی توجہ بھی ہو اور سانس کو بھی ساتھ لگاؤ۔ جب سانس کو آپ اللہ ہو پر لگائیں گے تو آپ کا ذہن بھی اس میں لگ جائے گا کیونکہ ہر سانس کی نگرانی کرے گا تو اسے نام دیا گیا پاس انفاس یعنی ہر سانس کی نگرانی کرنا

تبلیغ کے لیے لوگ نکلتے ہیں تبلیغی جماعت کے ساتھی جاتے ہیں ہم تو آپ کو کہتے ہیں کہ بھئی یہ بھی تو ایک دین کا شعبہ ہے' جتنا ہو سکے تعاون کرو۔ ساتھ جاؤ۔ سیکھو' کبھی کسی کو منع نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہ بھی دین کا کام ہے۔ کیوں منع کریں لیکن اس بات پہ پابند کر دینا کہ کوئی تبلیغ کا ساتھی کہے کہ صرف تبلیغ ہی کرو۔ ذکر چھوڑ دو۔ وہ بالکل ایسے ہی ہو گا جیسے ہم کہتے ہیں کہ ذکر کرتے ہو تو تبلیغ کرنا چھوڑ دو۔ تو میرے خیال میں یہ

مناسب نہیں رہے گا اسی طرح ہر ایک آدمی تقریر کرتا ہے۔ میں مقرر ہوں، میں تقریر کرتا ہوں تو میں کہوں بھئی سارے لوگ صرف تقریر ہی کیا کرو باقی ذکر کی ضرورت نہیں ہے تو یہ مناسب نہیں ہو گا جو جس طریقے سے اللہ کے دین کی خدمت کر سکتا ہے۔ کرے۔ لیکن اس خدمت کو کرنے کے لئے اس نے اسے اپنے اندر ایک تبدیلی لانا ہو گی دین کی خدمت بعد میں کرے گا اس سے پہلے اس دین کو دل میں بسانا ہو گا اگر اپنے دل میں نہیں بسائے گا تو وہ ایک خاص ضابطے کی کارروائی تو ہو گی۔ کام نہیں ہو گا یا وہ فارمیلیٹیز (Farmalities) تو پوری کر دیں گے یا اس طریقے کار سے تو گذر جائیں گے لیکن وہ کام نہیں ہو گا کام تب ہی ہو گا جب دین خود اپنے دل کے اندر جاگزیں ہو گا اور دل میں جاگزیں تب تک نہیں ہو گا جب دل خود ذاکر نہ ہو اسی لیے قرآن حکیم نے اس پر اتنا زور دیا ہے کہ ہر مومن سے ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ یہ ذکر ابی سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ یہ تو ہمارے زمانے کی مصیبت آگئی ہے کہ لوگوں میں کام کرنے کی استعداد نہیں ہے۔ کام کرنے کی ہمت نہیں ہے یا دنیا کی رنگینیاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہر آدمی اس طرف تو لپکتا ہے کبھی میں نے نہیں سنا کہ کوئی کہہ دے کہ بھئی اپنے ملک میں جو یہ کھدر ہے یا سوتی ہے یا جیسا ہے تیار ہوتا ہے کپڑا پہنو، باہر کا نہ پہنو۔ کبھی نہیں سنا کوئی یہ کہہ دے کہ بھئی جس طرح سے اپنے ملک میں روکھی سوکھی ملتی ہے۔ وہ کھاؤ باہر کی چیزیں منگوا کر نہ کھاؤ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بھئی اپنے ملک کی سواری سائیکل ہی اپنے دیس کی بنی ہوئی استعمال کرو۔ باہر کی موٹریں نہ منگواؤ اتنا خرچ کیوں کرتے ہو۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ تو اللہ کے نام پر یہ پابندی کس نے لگا دی ہے بھئی جیسا کیسا گزارا ہو رہا ہے۔ کرو یہ مت سیکھو بھئی میرے خیال میں تو بڑی زیادتی ہے۔ اپنے ساتھ بھی اور یہ کوئی منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی نہیں کرنا چاہتا کوئی نہیں سیکھنا چاہتا اور ہم اس پر فتویٰ لگائیں کہ یہ اچھا مسلمان نہیں ہے یہ اچھا آدمی نہیں ہے تو یہ ہماری زیادتی ہوگی۔ ہم محنت کرتے ہیں یا مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اپنی اصلاح کے لیے کرتے ہیں۔ دوسرا اگر نہیں کرنا چاہتا تو اس کا معاملہ رب العالمین کے ساتھ ہے۔ ہماری تو یہ دعوت ہے کہ ہر مسلمان کو حق حاصل ہے ہر مسلمان کو چاہئے اگر تو ہم سے خدمت لینا چاہے تو ہم حاضر ہیں۔ کہیں اور سے سیکھنا چاہے اور سے سیکھے لیکن ذکر کرنا اس کی ضرورت ہے۔ اس کی دل کی زندگی ہے۔ قلب کی حیات کا مدار ہے اس پر اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ خود رسول اللہ کرتے تھے۔ صحابہ کرتے تھے۔ تابعین، تبع تابعین بھی کرتے تھے اور آج تک امت کا ممتاز طبقہ جو اولیاء اللہ کا ہے وہ ذکر کرتے ہیں۔ مراقبات کرتے تھے کرتے ہیں کرتے رہیں گے تو اس کے لیے دعوت دینا تو میرے خیال میں جیسے دعوت دی جاتی ہے۔ اس کی بہتری کے لیے ہے۔ اس کی فلاح اور خیر خواہی کے لیے ہے۔ اگر وہ پھر بھی نہ کرے تو ہم اسے برا نہیں کہتے اس لیے کہ اعمال کا دار خاتمے پر ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ خاتمہ کس وقت تک کس کے ساتھ ہے دنیا امتحان گاہ ہے۔ ایک آدمی آج بڑے خلوص سے اللہ اللہ کر رہا ہے تو ممکن ہے کہ کل اس سے کوئی بہت بڑی لغزش ہو۔ شاید وہ خاتمے تک پتہ نہیں کہاں چلا جائے۔ ایک آدمی آج نیک نظر نہیں آتا ہے لیکن کون جانتا ہے آنے والے لمحے میں وہ کوئی ایسی توبہ کر لے کہ

کسی نے حضرت ابراہیم ادھم کو ایک ہزار درہم پیش کئے جسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا۔ اس نے عرض کیا کہ میں تو بہت امیر ہوں فرمایا کیا تجھے اس سے زیادہ دولت کی تمنا نہیں ہے۔ اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ یہ رقم واپس لے جاؤ کیونکہ تو فقیروں کا سردار ہے۔

ہماری ساری زندگی کی عبادتوں سے زیادہ قرب الٰہی کو پا لے۔ اللہ کی رحمت کو پالے اس لیے ہم کسی کے حق میں فیصلہ دینے کے نہ ہم مزاج ہیں اور نہ کسی دوسرے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہمارے متعلق فیصلے دیا کرے یہ تو رب العلمین کا اپنا اصل حق ہے کہ وہ فیصلے دے گا کہ کون کیا ہے تو میدان حشر ہو گا مخلوق خدا ہو گی۔ اللہ کی بارگاہ ہو گی۔ اس کے نبی اور رسول موجود ہوں گے۔ اس کے فرشتے موجود ہوں گے اور یہ اس کا حق ہے۔ وہ فیصلہ دے گا کہ کون کیا ہے اور کس نے کیا کیا نہیں کیا تو اس لیے ان باتوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ذرائع ہیں ہاں مقصد پہ بات کی جاتی ہے اور مقصد ذکر الٰہی سے کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ نہ قرآن میں' نہ سنت میں' نہ حدیث پاک میں' نہ صحابہ میں اللہ کریم اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور ہماری ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے نوجوان ساتھی کیپٹن ڈاکٹر تنویر ملک آزاد کشمیر میں ایک ٹریفک ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئے۔ ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

- سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالصمد (فیصل آباد) کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔
- معین الدین (فیصل آباد) کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئیں۔
- ناصر محمود عالم (شیخوپورہ) کے ماموں سعید الرحمان انتقال کر گئے۔
- حاجی محمد اکبر (بہاولپور) کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئیں۔
- حضور بخش کھوکھر (سکھر) کی نانی جان وفات پا گئیں۔

ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا آپ پکار کر فرماتے تھے چپکے سے نہیں فلاں کی اولاد میری عزیز نہیں بلکہ میرا مالک اللہ ہے اور میرے عزیز وہ مومن ہیں جو نیک ہیں۔

عہد حاضر کی ایک منفرد تفسیر

ڈاکٹر محمد حامد

قرآن حکیم اللہ رب العزت کی وہ عظیم نعمت ہے جس کے اوصاف شمار میں نہیں آسکتے۔ عوام کے لئے یہ کتاب وعظ و نصیحت ہے' اہل علم کے لئے خزینہ علوم ہے' اہل دانش کے لئے کتاب حکمت ہے' اہل دل کے لئے گنجینہ اسرار ہے۔ اسکے اوصاف میں سے پہلا تعارف لاریب فیہ کی صفت سے کروایا گیا ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی ھدی للمتقین۔ کا بیان ہوا یعنی یہ کتاب ہر اس شخص کو ہدایت کا راستہ دکھا کر منزل تک پہنچاتی ہے جو ہدایت کا طالب ہو۔

اہل علم اور اہل دل نے اس کتاب کی تشریح اور تفصیل میں تفسیریں لکھیں۔ علمی تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے بے شمار شرائط کا ذکر آتا ہے لیکن جہاں تک اس کے مقصدی وصف کا تعلق ہے اس کے لئے علمی نکات اور فنی باریکیوں کی ضرورت نہیں۔ قرآن خود کہتا ہے فھل من مدکر یعنی ہے کوئی ہدایت کا طالب؟

حصول ہدایت کی دو صورتیں ہیں اول بذریعہ ذہن عقل اور استدلال جبکہ دوسری شکل بذریعہ قلب ہے جس میں پہلی اور بنیادی چیز دعوت دینے والے پر اعتماد ہے اور جاننے سے پہلے "ماننے" کا مطالبہ ہوتا ہے۔ یہ اعتماد یا تو عام تجربہ اور مشاہدہ پر قائم ہوتا ہے یا اس وجدانی کیفیت پر مرتب ہوتا ہے جسے محبت کہتے ہیں۔ محبت کا تعلق قلب سے ہے۔ خود نزول قرآن کا محل اور مقام بھی قلب اطہر ہی ہے۔

یہ محبت ہی ہے جس کے ذریعے انسانی قلب میں غیر مشروط اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں تمام محبوب چیزوں سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت کا جذبہ موجود نہ ہو۔"

اللہ تعالٰی نے مومن کا وصف بیان فرمایا

والذین امنوا اشد حبا للہ۔

قرآن حکیم کی تفسیر "اسرار التنزیل" اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں قرآن حکیم کو محبت کے مرکز قلب کے ساتھ جو نسبت ہے اسے مرکزی مقام دیا گیا ہے۔ یہ اس انداز میں پیش کی گئی ہے کہ قاری اسے براہ راست دل میں اترتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

از دل خیزد بردل ریزد

۱۹۷۱ء میں مفسر قرآن مولانا محمد اکرم اعوان کو اپنے شیخ مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حج پر جانا نصیب ہوا وہاں مقام ملتزم پر ان کی فہم قرآن کی دعا کی پذیرائی ہوئی اور یوں کہ اس کے بعد ان کی زبان سے قرآن حکیم کی تفسیر کرتے ہوئے وہ مضامین جاری ہونے لگے کہ اہل علم اور ان لوگوں کی زبان سے جن کی عمریں خود درس قرآن دیتے گذری تھیں بے ساختہ یہ نکلا "اس آیت کا مفہوم تو آج سمجھ میں آیا"

ایک صاحب دل رحمتہ اللہ علیہ کی مسلسل محبت نے حضرت مولانا کے قلب کو قرآن حکیم سے وہ نسبت عطا کی کہ قرآن کا پیغام ان کے قلب پر وجدان کی صورت میں اترا جسے اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں اور انہوں نے اس پیغام کو اہل دل کی امانت سمجھتے ہوئے سپرد قلم کیا۔ دل سے نکلنے والی بات اثر رکھتی ہے۔ قرآن فہمی سے مراد حصول معلومات نہیں بلکہ حصول کیفیات ہے۔ قرآن اسطرح پڑھا اور سمجھا جائے کہ دلوں کو اک ولولہ تازہ ملے یہ بات اسرار التنزیل کا خاصہ ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

سورۃ البقرۃ میں الذین یومنون بالغیب۔ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں "سب سے پہلی بات ایمان بالغیب کی ہے کہ ایسے لوگ ان تمام باتوں پر جو حواس انسان کی رسائی سے باہر ہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں۔ یہ ماننا صرف اعتماد علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر ہے ورنہ کوئی حیلہ عقلی وہاں تک رسائی نہیں رکھتا۔

آج کے دور میں چونکہ اس اعتماد میں بہت کمی آگئی ہے۔ ایک طویل دور درمیان میں حائل ہے اور بقول

دخل الزمان بیننا و فرق بیننا
ان الزمان مفرق الاحباب

(زمانہ ہمارے درمیان در آیا اور ہمیں جدا کر دیا۔ بے شک زمانہ دوستوں کو جدا کرنے والا ہے)

اسی درازی مدت اور نئی روشنی کے اندھیروں نے آج کے مسلمان سے وہ درد چھین لیا ہے جو قرب نبوی سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور بغیر کسی عقلی دلیل کے سب سے بڑی دلیل پر اعتبار کراتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرما دینا سب سے بڑا ثبوت ہے اور بس اس ساری حقیقت پر ایمان انسان کو مجبور کر دیتا ہے کہ عملی زندگی کو اس روش پر ڈھالے جو قرب الٰہی کا سبب ہو۔

آگے چل کر ممّا رزقنھم ینفقون۔ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انسان کو تمام چیزیں اللہ کی طرف سے بطور رزق ہی ملی ہیں۔ جسم و جاں عقل و خرد' قوت و طاقت علم و ہنر ہر کمال اللہ کی طرف سے ہے اور اس کا مصرف اللہ کی راہ میں اور اللہ کی رضا کے لئے ہے یہ صرف حکایت نہیں بلکہ تاریخ عالم اس مقدس معاشرے کی گواہ ہے جو اس طرز پر تعمیر ہوا اور جس کے آثار اب بھی باقی ہیں اور جو انشاء اللہ تا قیامت رہیں گے۔ اس میں تصوف کے لئے بھی اشارہ ملتا ہے کہ جس قدر بھی چیزیں اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں ان سب میں تصوف قیمتی دولت ہے اسے چھپا کر نہ رکھے بلکہ اللہ کی مخلوق تک پہنچائے۔(۱۳)

معرفت الٰہی کے بارے میں لعلکم تتقون (البقرہ ۲۱) کی تشریح کی ذیل میں مولانا لکھتے ہیں:۔ "تقویٰ کا ترجمہ ڈر بھی کیا جاتا ہے جو موقع کی مناسبت سے درست ہے مگر یہاں تقویٰ سے مراد دلی کیفیت ہے وہ جذبہ ہے جو صدق دل سے اطاعت الٰہی پر کاربند کر دے اور اللہ کی ناراضگی انسان کے لئے ناقابل برداشت ہو جائے۔" انسان کو یہ استعداد اور قوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی معرفت اختیار کرے' باقی ساری مخلوق جو تکوینی طور پر اللہ کی اطاعت کر رہی ہے اسے یہ استعداد نصیب نہیں۔ سورج ہو یا چاند' زمین ہو یا موسم اور ہوائیں حتیٰ

کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی اطاعت پر کمربستہ ہے مگر اطاعت صرف حکم کی کرتے ہیں حکم دیئے جاتے ہیں اور وہ بجا لاتے ہیں ان کے پاس سوائے تعمیل ارشاد کے چارہ نہیں مگر اس کے باوجود حاکم کیا ہے اور اس کی صفات کیسی کامل، اس کی ذات کیسی جمیل اور مصدر حسن و کمال ہے وہ یہ نہیں جانتے اور نہ انہیں اس کے جاننے کی طاقت ہی ملی ہے۔ یہ استعداد نبوت سے تعلق رکھتی ہے جس سے صرف انسانیت کو سرفراز فرمایا گیا ہے....
جہاں اسکے سامنے دنیا کا حسن بکھیر دیا ہے وہاں اسے معرفت ذات کی استعداد بھی دی ہے اگر یہ اس کو کھو دے تو اس کی ساری طلب دنیا کے حسن کو پانے میں صرف ہوتی ہے لیکن اگر یہ اس نقصان سے بچ جائے اور اسے کوئی ثمر معرفت باری کا نصیب ہو تو پھر سارے جہان کے حسن کو اس پر نثار کر دیتا ہے اس حالت کو اس شعر نے خوب بیان کیا ہے۔

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

یہ جذبہ جو اسے ہر حال جمال باری پر قربان ہونے کو بے قرار کئے رکھتا ہے اس کو تقویٰ کہا گیا ہے۔
معرفت کا مدار عبادت پر ہے کہ اور کوئی راستہ نہیں۔ اگر کوئی عملاً" اطاعت نہیں کرتا یا اپنی مرضی سے عبادات ایجاد کرتا ہے اور مدعی معرفت بھی ہے تو اس کا اعتبار نہیں۔

دل سے نکلنے والی بات اثر رکھتی ہے۔ قرآن فہمی سے مراد حصول معلومات نہیں بلکہ حصول کیفیات ہے۔ قرآن اسطرح پڑھا اور سمجھا جائے کہ دلوں کو اک ولولہ تازہ ملے

یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ عبادات سے اگر واقعی معرفت نصیب ہو تب عبادت کی صحت کا اعتبار ورنہ اس کی صحت مشکوک رہے گی اور اگر معرفت نصیب ہوئی تو پھر مزید عبادات پر مجبور کر دے گی اور وقتی لذائذ اور عارضی کمالات کی طلب نہ رہے گی اور نہ کشف و کرامات کا شوق۔ اگرچہ یہ کمالات اس سے از خود حاصل ہو جاتے ہیں مگر یہ مقصود نہیں رہتے۔ یہ بھی بڑی کٹھن راہ ہے کہ بعض طالبوں کو جب کشف نصیب ہوتا ہے تو وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے منزل پا لی اور ذوق عبادت کم ہو جاتا ہے جو ان کی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے اور بعض تو اس میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں کہ بالآخر سب کچھ بھی کھو بیٹھے ہیں۔ سالک کو یہاں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے اور کبھی اللہ کے سوا کسی چیز پر مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ سب راستے کے روڑے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم ايتنا و يزكيكم و يعلمكم الكتب و الحكمته (البقره ١٥١)

کی تشریح کے ذیل میں مولانا لکھتے ہیں:۔
گویا ایسا پاک کرتا ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہاں واقعی ان لوگوں کو کسی کی محبت نصیب ہوئی ہے اور تمہیں کتاب اللہ کی اور حکمت و

دانائی یعنی ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا تعلیم کتاب و حکمت کا انحصار تزکیہ پر ہے اگر یہ نعمت نصیب نہ ہوئی تو حقیقی علم یا علم نافع نصیب نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح کا فیض نصیب ہوتا ہے ایک علم ظاہر کہ اقوال و افعال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقع ہے قرآن و حدیث اور فقہ سب اسی قبیل سے ہیں اور فیض صحبت کہ انعکاسی طور پر مجلس میں حاضر ہونے والوں کو نصیب ہوتا اور جس خام کو کندن بناتا ہے دلوں کو روشن اور سینوں کو منور کرتا ہے اور استقامت علی الحق کی استعداد پیدا کرتا ہے اور پہلی قسم کے فیض کی بنیاد بھی یہی فیض صحبت بنتا ہے ورنہ حرف و نحو اور جملوں کی اقسام تو ذہن نشین ہو جاتی ہیں اور ان پر حقیقی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

تزکیہ باطن دین کی بنیاد ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ آج کل مشکل ہے تو درست نہ ہو گا کہ فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے عام ہے اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن و حدیث ہر ملک میں ہر دور میں دستیاب ہیں حالانکہ ان میں تو تحریف اور ملاوٹ کا اندیشہ بھی ہو سکتا تھا مگر اللہ نے ایسا اہتمام فرمایا کہ الفاظ قرآنی کو سینوں میں جگہ دی اور حفاظت حدیث کے لئے اپنے پسندیدہ بندے پیدا فرمائے جنہوں نے حق و باطل کو علیحدہ کر دیا اور کفر کی ہزار کوششوں کے باوجود یہ علم محفوظ رہے تو تزکیہ جو ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس میں نہ تحریف کا ڈر نہ ملاوٹ کا اندیشہ وہ کیونکر ضائع ہو گیا اور خدا نخواستہ ایسا ہو گیا تو پھر دین کہاں رہا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے امین کم یاب ہیں یہ ہمیشہ ہوتا ہے و قلیل من عبادی الشکور تھوڑے تو ہو سکتے ہیں ختم نہیں ہو سکتے کہ انہیں حفاظت باری حاصل ہے اور یہی دنیا کے قیام کا سبب ہے جب ختم ہوں گے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو گی۔ یہ عمل انعکاسی اور القائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے اور ان سے اولیائے امت نے حاصل کیا یہ تمام مسلمانوں کی امانت ہے اور تمام مرد و زن کو چاہئے کہ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کی سعی کریں کہ ربط قرآن میں اس کے بعد تعلیم کتاب و حکمت ہے نیز تعلیم کتاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے لہٰذا قرآن کے معنی بھی وہی معتبر ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمل ہوا۔ (۷۹-۱۴۷-۱۴)

حج کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے

فاذاقضیتم مناسکم فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ سو جب ارکان حج پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو جس طرح تم اپنے اجداد کا ذکر عہد جہالت میں کرتے تھے اس سے بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔

یعنی جس نے حج کی توفیق بخشی ہے اسی کا ذکر کرو۔ بہت شدت اور کثرت سے کرو۔ اگر عرفات سے لوٹنے کے بعد بھی تمہیں اپنی بڑائی ہی کے اظہار کا فکر ہے تو گویا تم معرفت باری سے محروم ہی رہے۔ ذکر اور معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ حصول معرفت کا ذریعہ اگر ذکر ہے تو معرفت کا ماحصل بھی ذکر ہے کہ ذکر ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی یہ تخم بھی ہے اور ماحصل بھی

اللہ کے احسانات کے پیش نظر کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ آج اگرچہ وہاں وہ رسوم تو نہیں ہیں مگر تہذیب جدید کا ڈسا ہوا انسان آج بھی وہاں پارٹیوں اور تفریحات میں وقت کو برباد کرتا ہے جس سے اجتناب ضروری ہے

اور ہر لمحہ یادِ الٰہی میں بسر کرنا ہی حاصل سفر ہے بلکہ بعض لوگ تو ان عبادات میں محض دنیاوی چیزوں کے حصول کی دعا مانگتے ہیں حالانکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے جس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔

دراصل جس قدر مذاہب باطلہ ہیں انہوں نے دنیوی فوائد کا لالچ دے کر اپنی دکان سجائی ہے اور ہر عبادت کے نتیجہ کے طور پر کوئی نہ کوئی دنیا کا فائدہ ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح ہر دیوتا کی خوشنودی پر بھی کسی نہ کسی دنیاوی کامیابی کا حاصل ہونا مقرر کیا ہے مگر اسلام نے فرد کو اس حقیقت ذات اور ابدی زندگی سے آشنا کیا ہے۔ صرف دنیا مانگنا گویا خود کو آخرت سے محروم کرنا ہے۔ (۲۰۵-۲۰۶)

بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے انبیاء کے قتل کا تذکرہ آیا ہے مولانا لکھتے ہیں۔ "یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ برائی پر رضامندی بھی برائی میں شرکت کے برابر ہے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کسی کے سامنے جرم ہو مگر وہ اس سے منع کرے اور اس پر راضی نہ ہو تو ایسا ہے گویا وہ تھا ہی نہیں لیکن اگر کوئی شخص وہاں موجود نہ بھی ہو مگر اس جرم پر راضی ہو تو ویسا ہے جیسے واقعی اس میں شریک تھا جیسے یہ یہود کہ اپنے آباؤ اجداد کے قتل انبیاء پر راضی ہونے کی وجہ سے شریک جرم ٹھہرے۔

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی نے امام شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا "تو بھی ان کے قتل میں شریک ہو گیا۔" (۲۳۲)

سورۃ آل عمران میں صبر کے موضوع پر ارشاد باری ہے۔

یاایھاالذین امنوااصبرواوصابرواورابطوا واتقوااللہ لعللکم تفلحون ()

مولانا اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

"ذاتی امور میں صبر کرنے کا حکم فرمایا جیسے ایمان پر صبر اور توحید، رسالت آخرت پر اور عبادات پر صبر نیز گناہ سے بچنے پر صبر اور مصائب دنیا پر صبر، بھوک، افلاس یا بیماری وغیرہ پر ایسے ہی تا دم واپسی نہ امور ذاتی میں نہ اجتماعی تعلقات میں دامن صبر چھوٹے۔ ہر حال میں اطاعت باری پر کاربند رہو اور اسلامی سرحدات کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت تیار رہو یعنی اپنی ذات سے لے کر

"تقویٰ کا ترجمہ ڈر بھی کیا جاتا ہے جو موقع کی مناسبت سے درست ہے مگر یہاں تقویٰ سے مراد دلی کیفیت ہے وہ جذبہ ہے جو صدق دل سے اطاعت الٰہی پر کاربند کردے اور اللہ کی ناراضگی انسان کے لئے ناقابل برداشت ہو جائے"

اسلامی ریاست تک جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں پوری محنت سے ان کے ادا کرنے میں مشغول رہو اور شدائد پر صبر کرو، انعامات پر بھی شکر کرو یہی صبر ہے۔

اس کا مفہوم بہت وسیع ہے حتیٰ کہ اچھی طرح وضو کرنا، نماز باجماعت کے لئے کوشاں رہنا بھی اس میں داخل ہے۔ ایسے ہی قومی اور ملکی امور میں مسلمانوں اور اسلامی ریاست کی حفاظت اور فلاح و بہبود میں کوشاں رہنا، دولت، اعزا و اقارب اور متعلقین کی بہتری کے لئے کوشش کرنا خواہ ذاتی آرام چھوڑنا پڑے یہ جملہ امور اس ایک آیت میں داخل ہیں۔ ان تمام امور میں اللہ کا خوف اور حضوری حاصل رہے تاکہ تم اپنی مراد کو پا سکو یعنی تصوف ایک بھرپور زندگی کا نام ہے جو اطاعت الٰہی اور دوام ذکر میں بسر ہو اور جس کا فائدہ ذات، اقارب، قوم اور ملک تک پہنچے اللہ کریم ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (۴۴۲ - ۴۴۳)

اسرارالتنزیل کی ۹ جلدیں چھپ چکی ہیں امید ہے کہ مزید ۳ جلدوں میں اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ اس کے مندرجات سے اہل علم کو اختلاف ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک انسانی کوشش ہے لیکن یہ تاریخ تفسیر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس اعتبار سے کہ اس میں متقدمین کی تفاسیر کے حوالے بہت کم ہیں اور اس کے باوجود کوئی بات اپنی ذمہ داری پر کی جانے کے باوجود اسلاف کے راستے سے ہٹی ہوئی نہیں اور قرآن و حدیث کے مجموعی مزاج سے نہیں ٹکراتی۔ تفسیر کا انداز یوں ہے کہ یہ آج کے انسان کو اس کے اپنے مسائل کے تناظر میں بات کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور پھر قلب انسانی کو براہ راست مخاطب کرتی ہے۔ پچھلی ایک صدی میں عقل کا جو غلبہ رہا ہے جو بالواسطہ طور پر ہمارے مفسرین کو بھی متاثر کر گیا ہے اس تناظر میں اسرار التنزیل کو منفرد تفسیر کہا جاسکتا ہے اور یوں بھی اس کی پہلی جلد کی تکمیل ۱۴۰۵ ہجری میں ہوئی اور باقی جلدیں بعد میں آئیں تو یہ پندرھویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی تفاسیر میں سے ہے۔ اللہ کرے کہ یہ جلد مکمل ہو اور امت مسلمہ کے دلوں میں قرون اولیٰ کی سی حرارت پیدا کرنے کا سبب بنے آمین۔ اقبال کے بقول

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کرو دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اخذِ فیض کا طریقہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض لینا، ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ باقی رہا یہ فیض کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ ذات سے یا اہل قبور سے۔ اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ وہ پیالہ نہیں، کہ بغیر نوش کیے اس کا ذائقہ حاصل ہو۔ جس کو نوش کر کے ذائقہ یا لذت حاصل کرنی مقصود ہو، وہ کسی کامل و اکمل کا دامن مضبوطی سے پکڑے اور کچھ وقت لگائے۔ شرائط سلوک کے مطابق عمل کرے۔ پھر خود ظاہر ہو جائے گا۔

(حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)

اسلام کے معاشی نظام کے اصول

اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ عالمین میں اللہ جل شانہ کی ذات والہ صفات کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ عالمین میں شامل ہے۔ مخلوق ساری کی ساری عالمین میں شامل ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مخلوق جس عالم میں ہے' جس عالم میں مستقل ہو گی جہاں رہے گی وہاں اگر اسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تعلق نصیب ہو تو اسے اللہ کی رحمت نصیب ہے اور اگر کسی بھی عالم میں کوئی بھی مخلوق آپ ﷺ کے تعلق سے محروم ہے تو وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم ہے۔ یہ بڑی سادہ سی بات ہے اور انسانی مزاج یہ ہے کہ یہ اپنے آج کی بات کرتا ہے کوئی بھی باشعور انسان اپنے آج سے

مولانا محمد اکرم اعوان

بے خبر نہیں رہ سکتا جس میں شعور ہے جس میں احساس ہے اس کی ضروریات ہیں اس کی ذمہ داریاں ہیں اللہ کریم نے اسے اولاد دی ہے' گھر دیا ہے اس کے والدین ہیں' اس کی صحت و بیماری کا مسئلہ ہے' اس کے ساتھ عدل و انصاف کا مسئلہ ہے' اس کو صبح و شام کرنے کا مسئلہ ہے' اگر آپ ان ساری چیزوں سے صرف نظر کر دیں انسانی چیزوں کو آپ فراموش کر دیں اور اسے کسی آنے والے دور کی باتیں سنائیں تو آپ اسے مطمئن نہیں کر پائیں گے آپ اس سے اس کے آج کی بات کریں۔

اسلام کا مادہ س۔ ل اور م ہے یہ تینوں حروف ہر طرح کی سلامتی کا ماخذ ہیں۔ ہر طرح کی سلامتی کا ماخذ مصدر اور مادہ یہی تینوں حروف ہیں۔ گویا اسلام سلامتی ہے ہر ایک کے لئے' ہر حال کے لئے' ہر عالم کے لئے اور اسلام ہی رحمت الٰہی کی وہ عملی شکل ہے جو آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے نصیب ہوئی۔ ہم بات آخرت کی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی شفاعت کی کرتے ہیں' بخشش کی کرتے ہیں' جنت کی کرتے ہیں' رحمتوں کی کرتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جس خالق نے یہ کائنات بنائی ہے' جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جس نے انسانی شعور دیا ہے' انسانی ذمہ داریاں دی ہیں اس خالق کائنات نے اس کی آخرت کا سارا مدار اس کی دنیوی زندگی پر رکھا ہے۔ اگر کوئی دنیا میں ایمان حاصل نہیں کرتا۔ آخرت میں کسی اجر کا مطالبہ نہیں کر سکتا' ایمان کے ساتھ اگر دنیا میں وہ عمل نہیں کرتا تو بغیر کسی عمل کے اسے کسی اجر کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہو سکتا۔ ایمان و عمل کہاں سے لے' کیسے لے؟ یہ وہ سوال ہے۔ سورج طلوع بھی ہوتا تھا غروب بھی ہوتا تھا' موسم آتے بھی تھے جاتے بھی تھے۔ کائنات کے تغیرات اپنی جگہ تھے' سارے دلائل اپنی جگہ موجود تھے اور دنیا میں فلاسفر بھی تھے' مورخ بھی تھے' معلم بھی تھے' شعراء بھی تھے' ادیب و دانشور بھی تھے' سیاستدان اور حکمران بھی تھے اور یہ سارے دلائل بھی موجود تھے پھر ان سے نتیجہ اخذ کر کے وہ خالق کو کیوں نہ جان سکے۔ اس لئے کہ یہ ساری چیزیں تب کام آتی ہیں جب آپ کے دل میں وہ دید پیدا کرنے والا ہو۔ جو معرفت الٰہی کا ثمر لاتا ہے اور یہ

> دعا کا مزا یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اسلام کو لا کر
> اپنی عملی زندگی داؤ پر لگا کر، میدان بدر میں
> صفیں
> بنا کر، دعا مانگی جائے۔ ہم میدان عمل میں تو کہتے
> ہیں
> کہ کام کافر کا کریں اور رات کو دعا اللہ سے کر
> لیں
> حضور ﷺ نے دعا کا یہ طریقہ تعلیم نہیں فرمایا

کام ہوتا ہے نبی اور رسول کا۔ نبی وہ ذات ہوتی ہے جو مخلوق ہے، جو انسان ہے، جو انسانوں میں سے ہے لیکن دنیا میں مبعوث وہی ہوتا ہے۔ معرفت الٰہی کو لے کر اور وہ خزانہ اسکے پاس اتنا ہوتا ہے کہ ہر آنے والے کو تقسیم کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ بنیاد بنتی ہے اللہ کریم کو پہچاننے کی۔ آپ پہچانا کس نے اور مانا کس نے؟

ایمان کسے کہتے ہیں؟ بات یہاں آکر اٹک جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم مسائل میں گھر گئے۔ ہم پریشانیوں میں گھر گئے۔ ہمارے معاشی مسائل حل نہیں ہو رہے۔ ہماری آبرو کا تحفظ نہیں ہو رہا۔ ہماری جانوں کی سلامتی کی ضمانت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ لیکن جب آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علی آلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آج سے عذاب کی زیادہ سنگین صورت حال دنیا میں موجود تھی۔ اسے اصطلاح طب میں علاج بالمثل کہتے ہیں۔ ایسا علاج جس کی مثال پہلے سے موجود ہو۔ جو یقینی ہو کہ فلاں کو یہ مرض تھا یہ دوا استعمال کی گئی وہ درست ہو گیا اس کی مرض کی اصلاح ہو گئی۔ تو انسان کو جو امراض لاحق ہیں اس کی آبرو کو، اس کی جان کو، اس کے مال کو حتیٰ کہ اسکے ایمان کو، جو خطرات لاحق ہیں وہ اس سے زیادہ شدید صورت میں اس وقت لاحق تھے جس وقت آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مبعوث ہو کر کیا نسخہ تجویز فرمایا۔ صرف اللہ کو ماننے کی بات کی؟ کیا صرف آخرت کی بات کی؟ کیا صرف قبر کے سوال و جواب کی بات کی؟ کیا صرف جنت کی حوروں کی بات کی؟ کیا صرف انعامات الٰہیہ کی بات کی؟ ہاں ضرور کی لیکن اس ساری کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ انسان کا ذاتی کردار کیا ہونا چاہئے۔ اس کا معاشرتی کردار کیا ہونا چاہئے۔ اس کا معاشی کردار کیا ہونا چاہئے۔ اس کی تعلیمات کا نظام کیا ہو۔ اس کی عدالتیں کیا کریں۔ اس کی معیشت کیسی ہو۔ یہ حل دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یاد رکھیں جب حضور علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انسان مصیبت میں مبتلا تھے۔ ایمانیات سے الگ معاملات کی بات کیجئے۔ ایمان تو کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔ لیکن اس کے علاوہ معاملات میں بھی دنیا پریشان تھی کیوں؟ وسائل پر چند لوگ قابض تھے اور باقی ساری مخلوق محتاج تھی ان کے قدموں میں ایک ایک دانے کو ترستی تھی۔ اس پر ان کی آبرو بھی بکتی تھی۔ ان کی جانیں بھی خرچ ہوتی تھیں، ان کے مال ان کے پاس تھے ہی نہیں، کچھ لوگ وسائل پر قابض تھے اور وہ فرعون بنے ہوئے تھے اور باقی اللہ کی مخلوق غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہی تھی۔ جب اس نظام پر چوٹ پڑی تب ہجرت کرنا پڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظام نے resist کیا۔ اس نظام نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نعرہ بلند فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ قولو لا الہ الا اللہ تفلحو کہ آؤ میرے نظام کو اپنا لو۔ تمہاری ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ۔ اس پہ جم جاؤ اور لا الہ الا اللہ نے کیا دیا؟ مثلاً" آج ہم اتنے سادہ دل ہیں کہ ہم اپنی بیماریاں بھی نہیں سمجھتے۔ آج ہے وطن عزیز کا سب سے بڑا مسئلہ صبح کو شام کرنا ہے۔ خیریت کے ساتھ' آبرو کے ساتھ اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ اسلام' رحمت للعالمین کی رحمت للعالمینی' محمد مصطفی کی رہنمائی کیا بتاتی ہے کہ ہم کس طرح سے اپنی صبح کو شام کریں۔ دین حق بنیادی بات تو یہ بتاتا ہے کہ حاکم صرف اللہ ہے۔ کسی مخلوق کو اپنے جیسی مخلوق پر حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے۔ انسان کی تخلیق نیابت کے لئے ہے۔ سلطنت کے لئے نہیں ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو دوسرے کا حکم نافذ کرنے کی ڈیوٹی سرانجام دے اور اس کا وہ جواب دہ ہو۔ اپنی رائے مسلط کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر کسی انسان کو بحیثیت مسلمان دوسرے انسانوں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا حق اسلام نہیں دیتا۔ اسلام معاشی مسائل سب سے پہلے حل کرتا ہے۔ دنیا کے کسی معاشی نظام میں یہ طریقہ موجود نہیں ہے کہ جو دولت surplus ہو جاتی ہے زائد ہو جاتی ہے اسے حکومت کیا کرے؟ اس کے ساتھ کیا تعلق رکھے؟ مثلاً" آپ کسی ملک میں کام کرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں' انکم ٹیکس دیتے ہیں' ویلتھ ٹیکس دیتے ہیں۔ سارا ہاؤس رینٹ دینے کے بعد جو بچ جاتا ہے اس کے ساتھ کسی کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ پڑا رہے' صدیوں پڑا رہے' ہمیشہ پڑا رہے یا بڑھتا رہے۔ دنیا کا کوئی معاشی نظام اسے نہیں چھیڑ سکتا۔

اسلام بنیاد یہ دیتا ہے کہ کسی آدمی پر ٹیکس لگانے سے پہلے اس کے سرمائے کو ٹیکس کرو۔ جو فالتو پڑا ہوا ہے وہ سرمایہ جو کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے اس کا ۱/۴۰ وہ قوم کو لوٹا دے۔ اسلام کے معاشی نظام میں وہ زائد سرمایہ ۴۰ سالوں میں سارے کا سارا پھر سے واپس سرکولیشن میں آ جاتا ہے۔ یعنی ایک مریض مر رہا ہے اور اسی گھر میں اسے خون دینے کے لئے ریفریجریٹر خون سے بھرا پڑا ہے لیکن اسلام کے مقابلے میں کوئی نظام نہیں ہے کہ اس بوتل سے اسے خون لگایا جا سکے۔ دنیا کے کسی معاشی نظام میں یہ ایسی رحمت للعالمینی نہیں ہے کہ اس خون کو اس مریض کے بدن میں لگائے۔ اسلام کا معاشی نظام ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ جو لوگ اربوں روپے لے کر کارخانے لگاتے ہیں۔ سرمایہ قوم کا ہے محنت اس آدمی کی ہے۔ ذہن اسکا ہے' کام اس کا ہے۔ درست۔ لیکن اسلام کہتا ہے جس کا سرمایہ ہے اسے سود لینا حرام ہے۔ وہ حصہ دار ہے 'منافع میں' اگر آپ نے دس کروڑ کی فیکٹری لگائی سات کروڑ آپ نے قومی خزانے سے لے لیا۔ سات کروڑ کا حصہ قوم کا ہے آپ کے پاس۔ آپ اپنے ۳/۱۰ پر منافع لیں۔ آپ اپنی محنت پر اجرت لیں آپ کہتے ہیں کہ "کام میں کرتا ہوں' میں اتنی تنخواہ لوں گا۔ میران تین کروڑ سرمایہ ہے میں ۳/۱۰ حصہ منافع لوں گا۔" اس کارخانے سے منافع کا ۷/۱۰ حصہ قومی خزانے کو لوٹا کر دیں۔ آپ اسلام کے معاشی نظام سے اگر جانچیں تو آج وطن عزیز کا ہر شہری ۳۷۶۵ روپے سالانہ بالواسطہ (indirect) ٹیکس ادا کرتا ہے۔ میرے پاس figures اور fact موجود ہیں۔ یعنی تقریباً" ۴۰۰۰ روپے ہر شہری ایک سال میں ٹیکس دیتا ہے۔ جو کہتا ہے میں کیوں دوں ٹیکس؟ میرے پاس کچھ نہیں وہ ٹیکس دیتا ہے اور اگر گھر

کے دس افراد ہیں تو سال میں ۳۰۰۰۰ وہ ٹیکس دیتا ہے
ماچس کی ڈبیہ سے لے کر میت کے کفن کے کپڑے تک
پر ہم ٹیکس دیتے چلے جاتے ہیں۔ موٹر پر ٹیکس، تیل پہ
ٹیکس، پٹرول پر ٹیکس، سڑک پر ٹیکس، موت پر ٹیکس، نکاح
پر ٹیکس، طلاق پر ٹیکس، لباس پر ٹیکس، کمبل پر ٹیکس،
رضائی پر ٹیکس دیتے دیتے اوسطاً" آپ کے معاشی نظام
میں جو ہمارے ملک میں چل رہا ہے ایک شہری سال میں
۳۰۰۰ روپے ٹیکس دیتا ہے جبکہ اسلام کہتا ہے کہ وہ جو
زائد سرمایہ قوم کا اپنے کارخانے میں لگایا اس کا منافع واپس
لاؤ۔ جس کے پاس surplus سرمایہ ہے اس سے ۱۰
فیصد سرمایہ تو زمیندار سے زمین کا عشر لو۔ ریوڑ والے
سے جانوروں پر ٹیکس لو۔ اونٹوں والوں سے اونٹوں پر
ٹیکس لو اور وہ سارا سرمایہ جمع کر کے قومی ضرورتوں کی
تکمیل کرو اور غریب کو آرام و آبرو سے سانس لینے دو۔
آج اس وطن عزیز میں جتنا قومی سرمایہ کارخانوں میں لگا
ہوا ہے اگر اسکا منافع شرعی طریقے سے لیا جائے تو ہمارے

تو انسان کو جو امراض لاحق ہیں اس کی آبرو کو، اس کی جان کو،
اس کے مال کو حتیٰ کہ اس کے ایمان کو، جو خطرات لاحق ہیں وہ اس
سے زیادہ شدید صورت میں اس وقت لاحق تھے جس وقت آقائے نامدار ﷺ
مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مبعوث ہو کر کیا نسخہ تجویز فرمایا۔ صرف
اللہ کو ماننے کی بات کی؟ کیا صرف آخرت کی بات کی؟ کیا صرف
قبر کے سوال و جواب کی بات کی؟ کیا صرف جنت کی حوروں کی بات
کی؟ کیا صرف انعامات الٰہیہ کی بات کی؟ ہاں ضرور کی
لیکن اس ساری کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ انسان کا ذاتی کردار کیا
ہونا چاہیے۔ اس کا معاشرتی کردار کیا ہونا چاہیے۔ اس کا معاشی کردار
کیا ہونا چاہیے۔ اس کی تعلیمات کا نظام کیا ہو۔ اس کی عدالتیں کیا کریں
اس کی معیشت کیسی ہو۔ یہ حل دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پچھتر فیصد ٹیکس معاف ہو جاتے ہیں۔ تنخواہ بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ملک میں۔ اس ملک میں بوجھ ہٹانے کی ضرورت ہے۔ آپ تنخواہ کہاں سے بڑھائیں گے؟ مزید ٹیکس بڑھا کر تنخواہ دو سو روپے بڑھے گی اور مہنگائی پانچ سو روپے بڑھے گی تو کسی کو کیا ملے گا؟ آپ تنخواہ رہنے دیں جو زائد ٹیکس لگا رکھے ہیں اگر آج taxing کا نظام درست کیا جائے تو چار آنے میں ملنے والی ماچس کی ڈبیہ دو پیسے میں ملتی ہے۔ بائیس روپے کلو فروخت ہونے والی چینی چھ روپے میں مل سکتی ہے۔ جو آپ چینی بائیس سے چھ کر دیں آپ تنخواہ نہ بڑھائیں۔

اسلام یہ کہتا ہے کہ ہر بچے کو تعلیم دینا قوم کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ کسی ایک فرد کی انفرادی ذمہ داری نہیں۔ دنیا کا سب سے پہلا انقلابی قدم معرکہ حق و باطل جو بدر میں چشم فلک نے دیکھا کہ ۳۱۳ خالی ہاتھ ۱۰۰۰ کے لشکر جرار کے سامنے سینہ سپر ہیں وہ معرکہ جس کے لئے فرشتوں کو اترنا پڑا' وہ معرکہ جس میں محمد رسول اللہ بنفس نفیس سالار تھے' وہ معرکہ جس میں حضور ﷺ نے ذات پیش کی' اپنے جانثار پیش کئے' اپنی آبرو تک پیش کی۔ تین جھنڈے تھے میدان بدر میں۔ ایک مہاجرین کا تھا ایک انصار کا تھا اور ایک خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اپنی محبوبہ بیوی ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے سے بنایا تھا یعنی وہ آبرو تھی۔ حضور ﷺ کی۔ آپ ﷺ نے وہ بھی پیش کر دی کہ بار الٰہا تو چاہے تو مسلمانوں کو فتح دے۔ تو چاہے تو اسے کافروں کے گھوڑوں کے نیچے پامال کر دے۔ بدر کے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے تو اہل مکہ سے فدیہ لیا گیا کہ بدلے میں کچھ رقم مسلمان ریاست کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ کچھ لوگ بچ گئے فدیہ نہ دے سکے جن کے پاس سرمایہ نہیں تھا آپ ﷺ نے فرمایا انہیں کچھ لکھنا پڑھنا آتا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا اتنے اتنے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو یہی تمہارا فدیہ ہے۔ کیا مکے کے کافر انہیں قرآن پڑھاتے؟ دنیاوی علوم تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا بچوں کو پڑھانا یہ قومی ذمہ داری ہے۔ یہ امیر قوم کی ذمہ داری ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائی اور مسلمان حکمرانوں کے لئے مثال قائم کی کہ دنیوی تعلیم بھی قومی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو دلائی جائے۔ یہاں ہوا کیا کہ تاریخ میں ہمیں پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان حکمران بڑے جاہل تھے' بڑے عیاش تھے' بڑے ظالم تھے' کاش! ہمارے دانشوروں کو اپنی تاریخ کی اصلاح کرنے کی فرصت ہوتی اور اس قوم کا تعلیمی نظام اپنایا ہوتا مجھے یہ سمجھایئے کہ جو قوم اپنے نظریات کے مطابق اپنا قانون نہیں بنا سکتی' اپنے نظریات کے مطابق نظام تعلیم نہیں بنا سکتی۔ اپنے نظریات کے مطابق نظام سیاست نہیں بنا سکتی۔ اپنے نظریات کے مطابق معاشی نظام نہیں بنا سکتی۔ اس قوم کو زندہ رہنے کا کیا حق ہے؟ اور اسے آزادی کا مطالبہ کرنے کا حق کیا ہے؟ اس کا مقدر ہے کہ وہ غلام رہے۔ ہمیں غلط فہمی ہے کہ ہم آزاد ہیں ہم تو غلاموں کے غلام ہیں۔ ہم صرف غلام نہیں ہم پر ریموٹ کنٹرول حکمران بٹھائے جاتے ہیں۔ فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں تبدیلیاں یہاں آتی ہیں۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہیں سو جو آپ کریں ہم کو عبث بدنام کیا

ہمارے تو ذمے لگ جاتا ہے ووٹ دینا اور ہم یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے اتنے ووٹ تو نہیں ڈالے تھے۔ کوئی بھی شہری وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ

واقعی اس نے اتنے ووٹ ڈالے تھے۔ کدھر' کس نے ڈالے' خدا جانے' محافظوں کو پتہ ہو گا' حکمرانوں کو پتہ ہو گا' واشنگٹن ڈی۔ سی سے پتہ کرو کسی کو پتہ ہو گا۔ pentegan سے پوچھو۔ قبلہ اب یورپ سے وہاں چلا گیا۔ وہاں سے پوچھو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اپنے نظام کو چھوڑے ہوئے ہیں کبھی اسلامی نظام تھا اس ملک میں۔ ہر مدرسہ جو جامعہ کہلاتا تھا وہ یونیورسٹی تھی۔ جامع عربی ترجمہ ہے یونیورسٹی کا جہاں جمع ہوتا ہے۔ ہم اسے جامع کہہ لیتے ہیں۔ جامع سے مراد یونیورسٹی ہوتی ہے ہر مسجد یونیورسٹی تھی جو جامعہ کہلاتی تھی دنیا کے سارے subject پڑھائے جاتے تھے۔ انسانوں کو آج غلطی ہے کہ ہم آج سائنس میں ترقی کر گئے۔ سائنسی ادوار زمین پر آتے بھی رہے جاتے بھی رہے اور جس قدر موجودہ سائنس پھل پھول رہی ہے اس کی ساری بنیادیں مسلمانوں نے سینچیں یورپ والے The Cave Then کہلاتے ہیں۔ تاریخ میں یہ اس وقت غاروں میں رہتے تھے۔ امریکہ کو The Wild west کہا جاتا تھا یہ لوگ وحشی تھے تہذیب سے نا آشنا تھے۔ بغداد میں جب گلیاں پکی تھیں ان دنوں پیرس کی سڑکوں پہ گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوتا تھا اور یہ مردوں کے تابوت نکال کر لاشیں پھینک کر اس میں سامان رکھ کر رسی کندھے پر ڈال کر کیچڑ میں کھینچتے ہوئے جا رہے ہوتے تھے یہ ان لوگوں کی تہذیب تھی جنہیں مسلمانوں نے تہذیب سکھائی لیکن اپنی تعلیمات عام کرنے کے بعد خود ان سے بیگانہ کیوں ہو گئے؟ لوگوں کو درس آزادی دینے والے خود غلامی کے گھاٹ کیوں اتر گئے؟ لوگوں کو انصاف سکھانے والے خود ظلم کا شکار کیوں ہو گئے؟ ایک ہی جواز ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ سے ہم وفا نہ کر سکے۔ ہم نے رسمی مسلمانی نبھائی۔ عملی زندگی میں ہم اسلام کو لانے سے بھاگ گئے۔ آج کہتا ہے کہ را قتل و غارت کرواتی ہے۔ امریکہ دہشت گردی کرواتا ہے۔ قرآن سادہ سا جواب دیتا ہے امریکہ کی بات یا را کی بات نہیں کرتا وہ قاتل سے بات کرتا ہے' عدالت سے بات کرتا ہے' ریاست سے بات کرتا ہے' مومن سے بات کرتا ہے اور فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیاتیہ تمہاری عقل سلامت ہے تو قاتل سے قصاص لو اور بغیر تاخیر لو۔ عدالت کس لئے ہے۔ انصاف مہیا کرنے کے لئے تو عدالت پردے میں کیوں بیٹھی ہے قتل ہوا مسجد شہداء میں عدالت تشریف لے جائے وہاں جج صاحب تشریف لے جائیں اپنا عملہ لے جائیں سارے نمازیوں کو جمع کر لیں سڑک سے گذرنے والے بتائیں گے نمازی بتائیں گے' قاتل کا حلیہ بتائیں گے قد کاٹھ بتائیں گے شاید کوئی نام بتانے والا بھی ہو وہیں تاکید کریں اور فوری انصاف کریں اور وہیں ٹکٹی کے ساتھ رسی باندھ کر اسے hang کر دیں میں دیکھتا ہوں کون دوسرے دن امریکہ سے پیسے لے کر قتل کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ کون را کی مدد لے کر قتل کرنے نکلتا ہے۔ کوئی بھی نہیں نکلے گا۔ اسلام کا معاشی نظام اپنایئے سود کی لعنت کو چھوڑ کر قوم کو منافع میں شریک کیجئے' زکواۃ اور عشر جمع کیجئے تو ساری مخلوق سے ٹیکس ہٹانے کے بعد ان کے بچوں کو مفت تعلیم دینے کے لئے آپ کے پاس سرمایہ موجود ہو گا پتہ چلے گا کہ اللہ نے سچ فرمایا وما ارسلنک الا رحمت للعالمین یعنی بندگی کے ہر موڑ میں رحمت باری مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فگن ہے لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ جہاں ابر رحمت برستا ہے وہاں ہم چھتری لگائے ہوئے ہیں اور جہاں تمازت ہے۔ دوزخ کی تپش ہے۔ آگ کی' کفر کی'

ہماری مصیبت یہ ہے کہ جہاں ابر رحمت برستا ہے وہاں ہم چھتری لگائے ہوئے ہیں اور جہاں تمازت ہے۔ دوزخ کی تپش ہے۔ آگ کی' کفر کی' بدکاری کی' وہاں ہم دامن پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں۔ ہم کفر سے سلامتی ایمان کی امید لگائے بیٹھے ہیں ہم کافروں اور فرعونوں سے آزادی کی تمنا رکھتے ہیں ہم بدکاروں سے نیکی کی امیدیں رکھتے ہیں اور ہم اسلام کو دعاؤں کے لئے مخصوص رکھتے ہیں عمل کے لئے نہیں

بدکاری کی' وہاں ہم دامن پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں۔ ہم کفر سے سلامتی ایمان کی امید لگائے بیٹھے ہیں ہم کافروں اور فرعونوں سے آزادی کی تمنا رکھتے ہیں ہم بدکاروں سے نیکی کی امیدیں رکھتے ہیں اور ہم اسلام کو دعاؤں کے لئے مخصوص رکھتے ہیں عمل کے لئے نہیں دعا کا کام صرف اسلام میں کیا ہے؟ دعا کا تصور کیا ہے صرف ہاتھ اٹھا دینا ہرگز نہیں اپنے دماغ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی معرکہ حق و باطل میں لے جائیں۔ چودہ سو سال پہلے لے جائیں اپنی قوت بینائی اور بصارت کو' اپنے دل کو لے جائیں چودہ صدیوں کو گرد سے نکال کر وہاں اور کھڑے ہو کر دیکھیں بدر میں فتح کا سبب کیا تھا؟اس طرف ایک ہزار اور مانے ہوئے سپاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکے نے اپنے جگر گوشے نکال کر پھینک دیئے۔ ایک سے ایک Selected آدمی' بہترین خوراک بہترین اسلحہ' بہترین سواریاں'ادھر 313' کچھ بوڑھے'کچھ بچے' اسلحہ نام کو نہیں' لباس تک پورا نہیں' کھانے کو صفیں بنوانے کے بعد پانچ پانچ کھجوریں کھانے کو تقسیم فرمائی تھیں حضور ﷺ نے' تو فتح کیسے ہو گئی؟ صفیں بنوانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم عریش بدر میں تشریف لے گئے اور فرمایا یا اللہ میں سارے کا سارا اسلام لے آیا۔ غور کیجئے اسلام فلسفہ نہیں بلکہ مکمل مجسم عمل ہے۔ ۳۱۳ بندوں کو اسلام کہا جا رہا ہے۔ کسی فلسفے کو نہیں۔ یہ نہیں فرمایا مسلمان لے آیا ہوں۔ سارے کا سارا اسلام۔ اگر یہ کھیت رہے فلن تعبد ابدا پھر کوئی پیشانی تیرے سجدوں سے آشنا نہیں ہو گی تیری مخلوق تیرے نام سے محروم ہو جائے گی وہ لوگ جنہوں نے اپنی ذات کی نفی کر دی اور اپنی جگہ لکھ دیا اسلام۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ تمہارا نام؟ فرمایا سلمان کس کے بیٹے ہو۔ فرمایا اسلام۔ باپ کا نام کیا ہے فرمایا اسلام۔ اتنا کافی ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ تو گویا دعا کا مزا یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اسلام کو لا کر اپنی عملی زندگی داؤ پر لگا کر' میدان بدر میں صفیں بنا کر' دعا مانگی جائے۔ ہم میدان عمل میں تو کہتے ہیں کہ کام کافر کا کریں اور رات کو دعا اللہ سے کریں۔ حضور ﷺ نے دعا کا یہ طریقہ تعلیم نہیں فرمایا۔ اگر حضور ﷺ دعا مدینے میں فرما دیتے تو کیا فتح نہ ہوتی۔ اگر حضور ﷺ بدر میں گئے بغیر مدینے میں ہاتھ اٹھا دیتے۔ تو کیا کافر غرق نہ ہو جاتے۔ کیا زمین نگل نہ جاتی۔ کیا ان پر بجلی کڑک نہ جاتی۔ سب

کچھ ہو سکتا تھا۔ لیکن حضور ﷺ تو معلم کائنات تھے کون بتاتا بنی نوع انسان کو کہ دعا کا طریقہ کیا ہے؟ بنفس نفیس تشریف لے گئے جانثاروں سمیت تشریف لے گئے ہر چیز کو نوک سنان پر رکھ کر دعا فرمائی بار الہا جو وسائل تھے میں حاضر ہوں۔ سارے تیرے سامنے ہیں۔ اب تیری رحمت کی طلب ہے ہم اپنے معاشی نظام میں اسلام سے دور اپنے سیاسی نظام میں اسلام سے دور، اپنے تعلیمی نظام میں اسلام سے دور، رحمت الٰہی کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں کتنے سادہ لوح ہیں ہم میں کس قدر سادگی ہے کس قدر حیرت کی بات ہے دریا کو چھوڑ کر صحرا کو بھاگ رہے ہیں اور پانی پانی کے لئے دعا مانگ رہے ہیں جہاں سے بھاگ رہے ہیں وہاں تو رحمت کا دریا بہہ رہا ہے۔ واپس مڑو بھائی واپس آؤ اپنی جگہ پر آج آ جاؤ محمد رسول اللہ کے قدموں میں آج اپنے نظام کو اسلام سے بدلو اپنے ٹیکسنگ سسٹم کو بدلو آج اپنے معاشی نظام کو بدلو، آج اپنے تعلیمی نظام کو بدلو آج اپنے سیاسی نظام کو بدلو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے اور اگر آپ صرف حکمرانوں سے حکمرانوں کو بدلتے رہے تو کچھ بھی حل نہیں ہو گا حکمران کچھ نہیں کرتے سسٹم اور نظام کرتا ہے۔ ابھی کوئی کہہ رہا تھا کہ فلاں بندہ قتل کے چارج میں جیل میں ہے اور وہ سینیٹر بن گیا میں نے کہا تمہیں کیا اعتراض ہے۔ آپ کا نظام اس کی اجازت دیتا ہے نہ دیتا نہ بنتا۔ آپ کے پاس جو نظام ہے وہ ایسا ہے کہ وہ ہم کتنے سادہ لوگ ہیں ہم کہتے ہیں احتساب کرو۔ اللہ کے بندو آپ کے پاس جو قانون اس ملک میں ہے انگریز نے بنایا تھا۔ ۱۸۳۵ء میں ابھی تک اس کا چربہ آپ کا پینل کوڈ انڈیا کا بھی وہی ہے ہمارا بھی وہی ہے انڈیا ہم سے اس بات میں اچھا ہے کہ وہ تعزیرات ہند کہتا ہے۔ اسے اور وہ قانون بنا ہی تعزیرات ہند کے نام پر تھا ہم اسی کو تعزیرات پاکستان کہتے ہیں۔ جب فیصلہ لکھتے ہیں وکلاء حضرات تشریف فرما ہوں گے جج ہوں گے تو جب فیصلہ لکھا میں نے کورٹ کے فیصلے پڑھے ہیں زیر دفعہ so and so تعزیرات پاکستان مجریہ 1887 یعنی مجرم کے ساتھ مذاق ہے عدالت کے ساتھ مذاق ہے۔ انصاف کے ساتھ مذاق ہے یا اپنے ساتھ مذاق ہے پاکستان 1947 میں بنا قانون 1887ء میں بنا تو یہ جو قانون 1935ء میں بنا اس میں غلاموں کو سیدھا رکھنے کی طاقت ہے یہ اس لئے بنایا گیا۔ حکمرانوں کا احتساب کرنے کی اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ انگریز اس ملک پر قابو ہوا تو ایک نظام تھا جسے تباہ کر کے اس نے اپنا نظام رائج کیا جس میں احتساب ہوا کرنل ہڈسن کا احتساب ہوا جس نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں اور پوتوں کو جنگی قیدی بنانے کے بعد شوٹ کر دیا تھا گولی مار دی تھی جو نہیں مارنی چاہئے تھی۔ بین الاقوامی اصولوں کے مطابق جنگی قیدیوں کو قتل نہیں کیا جاتا ان انگریز حاکموں کا احتساب ہوا جنہوں نے دہلی کے شرفاء کے گھر لوٹے تھے جنرل ڈائر کا احتساب ہوا جس نے جلیانوالہ باغ میں گولی چلائی تھی برطانیہ جا کر یہاں کا قانون حاکموں کا احتساب نہیں کر سکتا یہ محکوموں کا کرتا ہے وہ بری ہوئے یا سزا ملی وہ الگ بات ہے آج بھی اگر قانون یہی رہنا ہے نظام یہی رہنا ہے تو پھر احتساب کے لئے وہاں جا کر احتساب کر فریاد جہاں کوئی فائدہ ہے اور یا بدل دو اس فرسودہ ڈھانچے کو اور اپنی وفائیں زندہ کر لو محمد رسول اللہ کے ساتھ معاشی نظام بھی لاؤ تعلیمی نظام بھی لاؤ سیاسی نظام بھی لاؤ رحمت باری تمہاری راہ دیکھ رہی ہے تم دوسری طرف جا رہے ہو اللہ کریم ہمیں ہدایت دے

عبادت کا اثر

مولانا محمد اکرم اعوان

تلاوت کتاب بجائے خود ایک ایسا کام ہے جو مامور من اللہ ہے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ دور حاضرہ کا ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن حکیم کی سمجھ نہ ہو آدمی مفہوم کو نہ سمجھ سکے تو پھر محض اس کے پڑھنے کا فائدہ نہیں۔ کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم کہ قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے بغیر کسی شرط کے موجود ہے۔ اس کے بعد صحابہ سے لے کر آج تک پوری امت مرحومہ کا اس پر عمل ہے اور تعامل امت جو ہوتی ہے یہ بہت بڑی دلیل ہوتی ہے۔ آج تک متقدمین نے صالحین نے یہ شرط عائد نہیں کی۔

صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں بھی اسلام بہت دور دور تک پھیل گیا تھا اور مختلف ممالک اور مختلف زبانوں کے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے ان سب پر کسی نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ قرآن حکیم کو وہ آدمی پڑھے جو اس کا مطلب سمجھتا ہے۔ بلکہ تلاوت کتاب مستقلاً" اپنا ایک اثر رکھتی ہے اور اس کے ساتھ اس کے ہر لفظ کے ساتھ اس کی ہر آیت کے ساتھ ایک خاص قسم کی تجلی ہوتی ہے ذات باری کی اگر دل میں نور ایمان ہو تو اسے جلا بخشتی ہے اسے قوت بخشتی ہے زادتھم ایمانا ایمان میں زیادتی اور یقین میں پختگی پیدا ہوتی ہے جسے آدمی غیر شعوری طور پر حاصل کرتا چلا جاتا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ تلاوت کے ساتھ اگر معنی پر نگاہ ہو اگر انسان معنی سمجھتا ہو تو یہ نور علی نور ہوتا ہے یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اگر معانی و مفاہیم ازبر نہ ہوں یا سمجھ نہ آتی ہو تو آدمی تلاوت نہ کرے بلکہ تلاوت کتاب کا ایک مستقل اثر جو ہے وہ یہ ہے کہ ایمان میں پختگی آتی ہے اور اس کے سبب عبادات پر طبیعت مائل ہو جاتی ہے عبادت کی شرط ایمان ہے جتنا کسی کا پختہ یقین ہو گا آخرت پر اتنے ہی خلوص اور اتنے ہی لگن کے ساتھ وہ رکوع وسجود کرے گا اور اگر آخرت پر یقین میں کمی واقع ہو جائے تو رسم رہ جاتی ہے عبادت نہیں رہتی۔ آدمی نماز پڑھے بھی روزہ رکھے بھی رکوع و سجود کرے بھی تو محض ایک رسم کی پیروی کرتا ہے کوئی اثر اس پر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے اس کو تلاوت کتاب کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے اتل ما او حی الیک من الکتاب و اقم الصلوۃ یعنی تلاوت کتاب کا یہ اثر ظاہر ہے اس آیت کریمہ سے کہ اسی سے قیام صلوٰۃ یعنی ادائے عبادات میں مدد ملتی ہے اور عبادت جو ہوتی ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی سے

انسان کو روک دیتی ہے۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر یہ یہی بات ہے کہ نماز یا عبادات بے حیائی سے اور برائی سے روک دیتی ہیں یہ تو ہونے سے رہا کہ انسان فرشتہ بن جائے۔ انسان انسان ہی رہتا ہے اس میں بشریت کی جو خصوصیات ہیں وہ باقی رہتی ہیں اس سے صدور گناہ کا امکان ہوتا ہے غلطی کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہے۔

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسے ہو جاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص کبھی بھی گناہ نہ کرے غلطی نہ کرے تو اللہ کریم تمہیں اٹھا لیں گے تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم پیدا کریں گے۔ جو پھر لغزشیں کرے گی اور اس سے مغفرت چاہے گی اس سے بخشش کی طلبگار ہوگی۔

غلطی کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہے لیکن غلطی کو غلطی سمجھنا ضروری ہے گناہ کو گناہ سمجھنا ضروری ہے اور گناہ سمجھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کو گناہ کے وقوع پر دکھ اور افسوس ہو اور اسے اللہ کی بارگاہ میں لے جائے اپنی اس لغزش کے لئے اللہ سے گڑگڑا کر معافی چاہے اور آئندہ اسے نہ کرنے کا عزم پختہ کرے اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی اور گناہ کرنے نہ کرنے سے طبیعت یا دل پر کوئی فرق نہیں پڑتا' کوئی اثر نہیں پڑتا یا گناہ کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی عبادات کرتا بھی ہے تو کسی رسم کی پیروی کرتا ہے عبادت کو بحیثیت عبادت نہیں کرتا۔

پھر عبادت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف برائی سے روکتی ہے تو دوسری طرف ہمہ وقت یاد الٰہی میں مستغرق کر دیتی ہے۔ والذکر اللہ اکبر اور اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد جو ہے یہ بہت بڑی عظیم دولت ہے ایک بہت ہی بڑی قوت ہے اتنی بڑی قوت کہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسری قوت رب جلیل نے پیدا نہیں فرمائی۔ ذکر الٰہی پر جو تجلیات وارد ہوتی ہیں وہ ذاتی ہوتی ہیں اور باقی جتنی طاقتیں دنیا میں ہیں اللہ کی مخلوق ہیں خواہ وہ آسمانی طاقت ہو یا زمینی طاقت ہو ہمیں نظر آتی ہو یا ہمیں نظر نہ آتی ہو یہ تمام طاقتیں جو ہیں یہ مخلوق ہیں اور ذکر الٰہی کی وجہ سے جو کیفیات مومن کے دل پر اس کے باطن پر اس کے وجود پر اس کے شعور پر وارد ہوتی ہیں وہ غیر مخلوق ہوتی ہیں تجلیات ذاتی ہوتی ہیں یا تجلیات صفاتی ہوتی ہیں۔ ذاتی تجلیات بھی غیر مخلوق ہوتی ہیں اور صفاتی تجلیات بھی غیر مخلوق ہوتی ہیں۔ تو ارشاد فرمایا

عبادات الٰہیہ جو ہیں یہ بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہیں اور ذکر الٰہی کی طرف راغب کرتی ہیں یاد الٰہی جو ہے وہ سرمایہ حیات بن جاتا ہے اور ذکر الٰہی تو بہت ہی بڑی طاقت ہے اتنی بڑی طاقت کہ اس کی قوت کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ "تو یقیناً" ذکر الٰہی کی یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیے کہ وہ بے حیائی اور برائی سے آدمی کو یکسر روک دے اور عملی زندگی جو ہے انسان کی وہ صاف ستھری اور پرسکون ہوتی چلی جائے۔ ذاکرین جو ہوتے ہیں وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت میں بستے ہیں اور ان کے مزاج ان کے دل ان کا باطن اللہ جل شانہ کے انوارات و تجلیات اور انوار نبوت کی وجہ سے اس طرح پرسکون ہوتا ہے جیسے اس سکون کا ایک حصہ انہیں نصیب ہو گیا ہو جو جنتیوں کو جنت میں نصیب ہو گا اسی طرح جب ذکر چھوٹ جائے عبادات چھوٹ جائیں تلاوت آیات چھوٹ جائے تو انسان کی زندگی دوسرا رخ اختیار کر لیتی ہے اور پھر اس کے اندر وہ کیفیت وارد ہو جاتی ہے جو دوزخیوں کو دوزخ میں

نصیب ہو گی اور یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آدمی کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے ساری سہولتیں دنیا کی

> **تلاوت کتاب کا ایک مستقل اثر جو ہے وہ یہ ہے کہ ایمان میں پختگی آتی ہے اور اس کے سبب عبادات پر طبیعت مائل ہو جاتی ہے عبادت کی شرط ایمان ہے جتنا کسی کا پختہ یقین ہو گا آخرت پر اتنے ہی خلوص اور اتنے ہی لگن کے ساتھ وہ رکوع و سجود کریگا اور اگر آخرت پر یقین میں کمی واقع ہو جائے تو رسم رہ جاتی ہے عبادت نہیں رہتی**

اور ساری آسائشیں موجود ہیں لیکن وہ بے چین و بے قرار زندگی گزارتا ہے کبھی اسے کوئی بھول کر پوچھ بیٹھے کہ اس کا حال کیسا ہے تو وہ ایسے ایسے مسائل اور ایسی ایسی تکلیف دہ باتیں کرتا ہے کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ گناہ کا عبادات کے چھوڑ دینے کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو نسبت پیدا ہو جاتی ہے دوزخ سے دوزخ مظہر ہے غضب الٰہی کا اور غضب الٰہی سے جب نسبت پیدا ہوتی ہے تو وہ حالت جو دوزخیوں [illegible] کی دوزخ میں ہو گی وہ تکلیف دہ کیفیت جو دوزخیوں پر وہاں وارد ہو گی ان میں سے اسے یہاں حصہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ عبادات اختیار کیے ہوئے ہیں وہ اپنی حالت کا اندازہ کریں خصوصاً جن لوگوں کو ذکر الٰہی نصیب ہے ان کے پاس معیار ہی یہ ہے کہ یہ ذکر الٰہی یہ تلاوت یہ رکوع و سجود یہ مراقبات یہ مجاہدے کیا اس کی عملی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی لا رہے ہیں یا نہیں؟ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر شخص کا معیار ایک نہیں ہوتا۔ ایک شخص پہلے سے گناہ کی طرف رغبت نہیں رکھتا تو جب مزید اسے عبادات اور اذکار نصیب ہوں گے تو بہت تبدیلی آئے گی اس شخص میں اور بہت ورع تقویٰ پیدا ہو گا۔ لیکن ایک شخص دن بھر میں پچاس گناہ کیا کرتا ہے تو ذکر الٰہی کی وجہ سے اگر وہ متقی نہ بن جائے تو پچاس سے انچاس اور انچاس سے اڑتالیس پینتالیس چالیس پینتیس ہیں اس طرح کم تو ہوتی جائیں غلطیاں۔ یہ بھی ایک مثبت اثر ہے۔ یعنی ساری دنیا بایزید بسطامیؒ نہیں بن جائے گی لیکن ذکر الٰہی سے ذاکر اس کی برکات سے خالی نہیں رہ سکتا پہلے اگر وہ گناہ کی طرف دوڑ کر جاتا تھا تو پھر اگر تنفر پیدا نہ ہو تو کم از کم دلچسپی تو ختم ہو جائے گی۔ یا گناہ کی ہوس تو ختم ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہو تو وہ بجا طور پر امید رکھ سکتا ہے کہ کبھی تنفر بھی پیدا ہو جائے گا۔

اگر ارتکاب معاصی میں کمی پیدا ہونا شروع ہو جائے تو پھر بجا طور پر امید رکھی جا سکتی ہے کہ کبھی تقویٰ بھی نصیب ہو گا۔ لیکن اگر یہ اذکار و مراقبات بھی اسے دنیا ہی کی محبت دیں اسے گناہ ہی کی طرف رغبت دیں وہ اسے ایک اور جواز بنا لے گناہ کرنے کا کہ لوگ تو بغیر ذکر کے زندگی بسر کر رہے ہیں گناہ بھی کرتے ہیں ہم تو ذکر بھی کر لیتے ہیں اگر ہم نے گناہ کر لیا تو کیا ہوا۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کے اذکار اس کی عبادات محض رسم ہیں ان میں کوئی جان نہیں کوئی روح نہیں کوئی اثر نہیں اور وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔

یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم۔ خدع ہوتا ہے دھوکہ دینا منافقین عبادات تو کرتے تھے اذکار تو کرتے تھے لیکن محض دکھاوے کے لئے تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ دھوکا دینا

چاہتے ہیں خدا کو خدا کو بھلا کیسے دھوکا دیا جا سکتا ہے فرمایا خدا کے بندوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ یخدعون الله والذین امنوا ایمان داروں کو دھوکا میں رکھنا چاہتے ہیں کہ جی ہم تو عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ محض دکھاوے کے لئے کرتے ہیں ان میں خلوص اور للہیت نہیں ہے اللہ کریم فرماتے ہیں وما یخدعون الاانفسهم یہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

چونکہ حقائق اخرویہ سامنے آنے ہی والے ہیں ان میں کوئی شک نہیں تو یہ جب قبرمیں برزخ میں یا میدان حشرمیں جائیں گے تب انہیں پتہ چلے گا کہ ہم جس چیز کومذاق سمجھے ہوئے تھے وہ حقیقت میں کچھ اور تھی اور جو بات ہم محض دکھاوے ہی کے لئے کرتے تھے یہاں کتنی اشد ضرورت ہے کہ وہ خلوص سے کی جاتی۔

فرمایا گیا کہ اللہ کی طرف سے جو آیات نازل کی گئی ہیں آپ ان کی تلاوت کریں اور اندازہ کریں اس کی اہمیت کا اس میں خطاب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مراد یہ ہے کہ اس سے استثنیٰ حضور کی ذات گرامی کو بھی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسکی ضرورت ہے تلاوت کریں اور عبادات الہیہ بجا لائیں اور اللہ کا ذکر جو ہے وہ اختیار فرمائیں حالانکہ آپ کا ہر بن مو ذکر دوام کا حامل تھا بلکہ جہاں جہاں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم ثبت ہوا زمین کے وہ ذرات ہمیشہ کے لئے ذاکر ہو گئے بلکہ جہاں جہاں حضور کی نگاہ پڑی صحراؤں اور بیاباں کے وہ درخت وہ حجر و پتھر وہ ریت کے ذرے ان سب میں سے آج بھی ذکر الہی کے انوارات اٹھ رہے ہیں۔ اس مقام رفیع پہ فائز ہونے کے باوجود اور ساری مخلوق سے بالا تر منصب رکھنے کے باوجود

حضرت عبداللہ مغربی ایک مرتبہ سخت بلاؤں میں گرفتار تھے۔ ایک شب سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اس وقت عرض کیا "یارسول اللہ" میں کیا پڑھوں؟ سخت بلاؤں میں گرفتار ہوں"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے دو رکعتیں پڑھو اور چاروں مسجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھو۔ انشاء اللہ مصیبت رفع ہو جائے گی۔

ارشاد ہوتا ہے کہ آپ بھی تلاوت آیات کو بدستور جاری رکھیں عبادات کو ادا کریں کہ عبادات ہی انسان کی حفاظت اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلقات کو اس قدر رکھنے کا سبب ہیں اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑی قوت بہت بڑی دولت ہے۔

ایک بات بڑی معروف ہے مسلمانوں میں اور وہ ہے اسم اعظم۔ کوئی کہتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اسم اعظم تھا کوئی کہتا ہے فلاں شخص کے پاس کوئی کہتا ہے فلاں شیخ کے پاس فلاں ولی اللہ کے پاس بعض لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں تو یاد رکھیں اسم اعظم لفظ اللہ ہے اس سے بڑا کوئی اسم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ذاتی نام ہے ذات باری کا اور تمام صفات باری کا حامل ہے سب کو محیط ہے اور ایک آدمی کے پاس بہت ہی اعلیٰ بہت ہی بڑا ہتھیار ہو لیکن وہ اسے استعمال نہ کر سکتا ہو استعمال نہ کرنا جانتا ہو تو اسے اس کا کیا فائدہ۔ اسے وہ استعمال نہیں کر سکتا۔ اسم اعظم تو یہی ہے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے بات صرف یہ ہے کہ اسم اعظم کو اپنے لئے ڈھال کیسے بنایا جائے اور اس کی کیفیات کو

اپنے اوپر وارد کیسے کیا جائے اگر یہ سلیقہ آ جائے تو یہی اسم اعظم ہے اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں ہے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ ساری برکات صرف اسی ایک لفظ میں ہیں۔

ایک دفعہ ہم نے حضرتؒ سے عرض کی تھی کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو بلقیس کا تخت منگوایا تھا تو وہ اصف بن برخیہ کیسے وہاں سے اٹھا کر لایا وہ بہت بھاری تھا جن جو تھا اس نے بھی کہہ دیا کہ کم از کم ایک دن لگ جائے گا۔ بہت دور کا فاصلہ بھی تھا بہت بڑا تخت بھی تھا اور وہ بہت بڑا مضبوط اور قوی جن تھا تو اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ حضرت آنے جانے میں بھی تو ایک دن لگ ہی جائے گا۔ تو اس اللہ کے بندے نے پلک جھپکنے سے پہلے وہ کیسے حاضر کر دیا۔ تو چند ایک ساتھی تھے باقیوں کو بھی یاد ہو گا اب مجھے یاد نہیں ہے کہ کون کون ساتھی تھے بہرحال تھے ساتھی۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ مراقبہ کرو دیکھو تو سمجھ یہ آئی کہ اس شخص نے اپنے قلب کے انوار القا کیے اس پر تو ان میں لپیٹ کر ایک دفعہ اللہ کہا اور تخت وہاں موجود ہو گیا۔

اب لفظ اللہ تو مجھے بھی معلوم ہے آپ کو بھی معلوم ہے لیکن ہمارے اللہ کہنے سے کوئی تنکا بھی نہیں ہلتا۔ اسم اعظم یہی ہے صرف اسے قال سے حال بنانے کی ضرورت ہے یہ زبان سے دل میں اتر جائے اور محض قال نہ رہے حال بن جائے تو پھر یہ بہت بڑی طاقت بھی ہے اور بہت ہی بڑی نعمت بھی ہے واللہ یعلم ما تصنعون اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تمہارے اعمال سے ہر آن آگاہ ہے ہر عمل کو ہر فعل کو ہر ارادے کو سنتا دیکھتا اور جانتا ہے۔

(بیان: دار العرفان: ۸۶-۹-۱۷)

کھانا تھوڑا ہونے کے باوجود اس میں دوسرے کو شریک کرنے کا ثواب

نیز یہ کہ اگر کھانا دو آدمیوں کا ہو اور اس میں ایک اور کو شریک کر لیا جائے تو تینوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے

حدیث ابوہریرہؓ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے (اگر مل کر کھائیں)۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب الاطعمۃ: باب۔ طعام الواحد یکفی الاثنین

آپ نے پوچھا

سوال:۔ نفاذ شریعت سے عام انسان کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ بات عام انسان کی کی گئی ہے مسلمان کی نہیں ہماری جو موجودہ سوچ ہے اس کے مطابق تو نقصان ہی ہو گا اس لیے کہ نفاذ شریعت اسلامی ہر شہری کو اس کے فرائض کا پابند کرے گی ہماری عادت ہو چکی ہے کہ ہم حقوق کی بات کرتے ہیں فرائض کی بات ہی کوئی نہیں کرتا۔ جلوس نکالے جاتے ہیں جلسے ہوتے ہیں۔ ایجیٹیشن ہوتے ہیں۔ حقوق کے لیے۔ لیکن آپ نے کبھی کوئی جلسہ، کوئی ایجیٹیشن اس بارے میں بھی سنا ہو گا کہ ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا۔ ہمیں ہماری ذمہ داریاں بتائی جائیں تو یہ جو ہماری روش بن چکی ہے اس میں نفاذ شریعت کی بنیاد اس بات پر ہوتی ہے کہ ملک کا ہر شہری اپنے فرائض بحسن خوبی ادا کرے اور اگر نہ کرے تو حکومت اس کا محاسبہ کرے اب فرائض ادا کرنے کے لئے فرائض کا جاننا ایک اور مصیبت ہے اس کا مطلب ہے کہ ہر بندے کو بنیادی تعلیم ضروری طور پر سیکھنا پڑے گی اس کے لیے تعلیم لازمی ہو جائے گی۔ جانتا نہیں۔ سیکھتا نہیں تو کرے گا کیسے۔ جو بچے جیبیں کاٹتے ہیں۔ چوری چکاری کرتے ہیں۔ چرس بیچتے ہیں یہ سارے مصروف ہو جائیں گے۔ جتنے لوگوں سے بھیک منگوائی جاتی ہے اور بھکاریوں کے ٹھیکیدار ارب پتی ہو جاتے ہیں اس شعبے کو بڑا نقصان ہو گا چونکہ اسلامی ریاست میں بھیک مانگنے کا کوئی تصور نہیں ہے جو بندہ کسی کام کے قابل نہیں وہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس میں فقیر بھی ہے۔ اس میں معذور بھی ہے۔ محتاج بھی ہے۔ بیمار بھی ہے اور اس میں پڑھا لکھا ہٹا کٹا صحت مند بے روزگار بھی ہے ایک صحت مند بچہ ہے وہ تعلیم یافتہ ہے اسے روزگار کا موقع نہیں ملتا تو اس کی روزی کا ذمہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہو گی یا اسے موقع دے کام کرنے کا تو یہ شعبہ جو ہے اور اس شعبے میں جو لوگ اربوں کما رہے ہیں ان کا بڑا نقصان ہو گا۔ ان لوگوں کا بڑا نقصان ہو گا جو جلوسوں میں کماتے ہیں۔ چادریں لے کر سڑکوں پہ آ جاتے ہیں۔ ڈنڈے سوٹے لے کر ہر گزرنے والا چاہے نہ چاہے پیسے دے نہیں تو ونڈ سکرین ٹوٹی ہوئی ہو گی اور سولہ سترہ ہزار کا خرچ پڑے گا اسے پانچ سو ہزار دے کر اس سے جان چھڑائے ورنہ گاڑی توڑ دیں گے تو وہ کروڑوں روپے لوگ کما لیتے ہیں ان شعبوں کو بڑا نقصان ہو گا اگلے دن دس بندے قتل ہو گئے پچیس زخمی ہوئے داتا صاحب پر دو پارٹیوں کی اجارہ داری ہے۔ ایک دیگیں بانٹ رہا تھا دوسرے نے کہا تجھے نہیں بانٹنے دیں گے تو ہمارے روزگار پہ لات مارتا ہے اس پہ لڑائی ہوئی دس بندے مر گئے موقع پر اور جو ہسپتال جا کر مریں گے وہ الگ میرے خیال میں کل تک سولہ ہو گئے تھے مرنے والے اور پچیس جو تھے وہ زخمی تھے پچیس بھی سرکاری خبر ہے پتہ نہیں پچاس ہو گئے پچھتر ہو گئے تو یہ سارے اس طرح کے جو شعبے ہیں ان کا بڑا نقصان ہو گا اس لئے لوگ اس طرف آتے نہیں اور جتنے ان شعبوں کے لوگ ہیں وہ سب ان چیزوں کو جانتے ہیں اسی لئے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ فائدہ یہ ہو گا نفاذ شریعت سے کہ جو سہولت صدارتی محل پر ہے وہ سہولت ملک کے عام شہری

کے بس ہو گی اگر ملک کے ہر شہری کو بجلی میسر ہے تو صدارتی محل پہ بھی ہو گی۔ اگر ملک کے ہر شہری کو پانی میسر ہے تو وہی وزیراعظم اور صدر کو بھی پینا پڑے گا فرانس سے نہیں آئے گا۔ لوگ جوہڑوں سے پئیں گے تو حکمرانوں کو بھی جوہڑوں سے پینا پڑے گا لوگوں کو صاف ملے گا تو حکمرانوں کو بھی صاف ملے گا وہ بندہ پیسے لے سکے گا جو اپنی محنت اور مزدوری کرے گا کروڑوں کے قرضے لے کر معاف نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہ الٹی چکی چل جائے گی۔ جو لے کر معاف کرا چکے ہیں ان کی مصیبت آجائے گی ان کو پچھلا کھایا ہوا قومی سرمایہ واپس کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔

ایک بہت بڑی پریشانی کی بات مسلمانوں کے لئے بھی ہو گی کہ ہر مسلمان کے لئے فرض کا سیکھنا فرض ہو جائے گا۔ فرض کا سیکھنا فرض ہے اگر اسلامی ہو گی تو مجبوری ہو گی کہ ہر بندہ فرائض سیکھنا فرض سمجھے اور سنت تک سیکھنا سنت سمجھے۔ واجب کو واجب سمجھے تعلیم لازمی ہو پھر ایک مصیبت یہ ہو گی کہ ہر شہری کو جہاد کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ ہر شہری ٹرینڈ ہو موجودہ جدید اسلحہ کا۔ ہر شہری آواز دینے پر فوجی بن جائے ہر شہری جس وقت جہاں اعلان کر دو وہیں سے فوج تیار ہو سکے ہر شہری کو اس سٹینڈرڈ پہ رہنا پڑے گا۔ سود نہیں ملے گا یہ بڑی مصیبت ہو گی۔ ہمارے ملک کی پچھتر فی صد آبادی صرف سود کھا کر زندہ رہتی ہے میں اس علاقے کی بات کر رہا ہوں یہاں تو پچھتر سے زیادہ ہیں اسی نوے فی صد لوگ ہیں جو صرف سود پہ زندگی گزارتے ہیں دو چار لاکھ روپے ہو گئے وہ جمع کرا دیئے فکس ڈیپازٹ پر گیارہ سو ایک لاکھ پر دیتے ہیں پانچ لاکھ ہو گئے پچپن سو ہو گئے ماہوار سارا دن ہوٹلوں پہ بیٹھے گپیں لگائیں اور وہ کھاتے رہے زندہ رہے تو اس طرح کی جو ہیں سہولتیں یہ ختم ہو جائیں گی بہت سی آسانیاں چلی جائیں گی اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہو گی کہ ہر بندے کو اپنی ذمہ داری نبھانی پڑے گی جبکہ ہم اکثر جو نیک ہیں وہ دعا پہ گزارہ کرتے ہیں اور جو نماز روزہ نہیں کرتے وہ جھوٹ پہ گزارہ کر لیتے ہیں کھانے پہ گزارہ ہے۔ تنخواہ لے لیتے ہیں دفتر کوئی نہیں جاتا کام نہیں کرتا تو یہ بہت سی مصیبتیں ہیں۔ جو ایک عام آدمی کو بھی اور خصوصاً" مسلمان کو بھی چمٹ جائیں گی اسی لیے لوگ اس سے گھبراتے ہیں جہاں تک فائدے کی بات ہے نفاذ شریعت میں صرف ایک فائدہ ہے صرف ایک کہ بندے کو بندہ بننا پڑے گا کوئی بندہ خدا نہیں بن سکتا کوئی بندہ آپ پر اپنی خدائی نہیں جتا سکے گا۔ کوئی فرعون نہیں بن سکے گا کسی کے دروازے پہ جبہ سائی نہیں کرنے پڑے گی وقت گزارنے کے لئے کسی کی خوشامد نہیں کرنی پڑے گی ہر انسان کو انسانی حقوق بنیادی طور پر حاصل ہوں گے۔ ہر شہری کی آبرو محفوظ ہو گی امیروں کو کسی کی آبرو لوٹنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ کسی سے بیگار لینے کی اجازت نہیں ہو گی یہ بہت سی مصیبتیں ہیں جو یہ اپنے ساتھ لے کے آئے گا ہمارے لیے مصیبتیں ہیں اس لئے کہ ہمارے مزاج مسخ ہو چکے ہیں۔ میں بے دینوں کی بات نہیں کر رہا ہوں میں دین داروں کی بات کر رہا ہوں جو بندہ ایک ہفتہ نماز پڑھے وہ چاہتا ہے کہ کوئی لوٹا لے کر کھڑا ہو اور وہ میرے پاؤں دھو رہا ہو جو بندہ چار دن ہم ذکر کرانے پہ مقرر کر دیں وہ ساری رات مٹھیاں بھراتا ہے۔ ہر بندہ کسی نہ کسی حد تک اپنے اندر بوئے سلطانی رکھتا ہے اور اگر شریعت اسلامی ہو گی تو جوتے پڑیں گے بندے کو بندہ ہی رہنا پڑے گا ذمہ داری پوری کرتا ہے تو اپنی کرتا ہے اچھا کرتا ہے بات ختم۔ کسی پہ احسان نہیں کرتا اپنی ذمہ داری ہے ادا کرتا ہے الحمد للہ یہ بہت سی پریشانیاں لے آئے گا پیروں سے لے کر مجاوروں تک' سیاست دانوں سے لے کر عام آدمی تک' حکمرانوں سے لے کر غلاموں تک' سب کچھ تبدیل ہونا

پڑے گا۔ سب کچھ بدلنا پڑے گا۔ سب کچھ وہ اور سا ہو جائے گا پھر جب ہم اس کے عادی بنیں گے تب ہمیں سکون محسوس ہو گا اب تو ہمارا مزاج یہ ہے کہ میرا حال محفوظ رہے۔ میری جان بچ جائے میری عزت میری عزت ہے دوسرے کی وہ تو میرے لیے کھلونا ہے۔ کسی کا مال لوٹ لینا فن سمجھا جاتا ہے تو یہ عادتیں ترک کرنا ہوں گی ہمارا مزاج بنے گا کہ جو میرے حقوق ہیں دوسرا بھی انسان ہے اس کے بھی انسانی حقوق ہیں اگر میری آبرو ہے دوسرے کی بھی آبرو ہے۔ اگر میری جان ہے دوسرے کی جان بھی ہے۔ میرا مال ہے تو دوسرے کا مال بھی ہے۔ دوسرے کو بھی حق حاصل ہے ان چیزوں کے جب ہم عادی ہوں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ یہی دنیا جو ہے یہ جنت نشان ہے وہ جو کسی نے کہا ہے کہ

بہشت آنجا کہ آزار نا باشد
کسے را باکسے کار نا باشد

کوئی کسی کے کام میں مداخلت نہ کرے اور کسی کے لئے پریشانی پیدا نہ کرے تو وہی جگہ بہشت بن جاتی ہے تو نفاذ شریعت سے ریاست اسلامی میں رہنے والا کافر بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ دنیاوی اعتبار سے اسے بھی فائدہ اتنا ہوتا ہے کہ اس پہ تاریخ گواہ ہے کہ غیر معمولی کو اگر کبھی انصاف نصیب ہوا تو مسلمان اور شرعی حاکموں کے عہد میں اور شریعت اسلامی کے نفاذ میں ورنہ کوئی بھی شخص اس سے ہٹ کر کسی سے انصاف نہ کر سکا تو یہ کام مزیدار بھی ہے اور اوکھا بھی ہے اور میرے ذاتی خیال میں تو یہی وجہ ہے کہ لوگ اس طرف نہیں آتے آپ یہ عام سطح کے جو چھوٹے الیکشن ہوتے ہیں ان میں میرا ذاتی مطالعہ یہ ہے کہ یہاں ایک مولانا میرے ہم نام تھے مولانا محمد اکرم کھیوڑے کے بڑے اچھے نیک آدمی تھے پڑھے لکھے تھے عالم تھے تو اس حلقے میں وہ اسمبلی کے لئے کھڑے ہو گئے کئی لوگوں سے میں نے کہا بھائی نیک آدمی ہے۔ عالم دین ہے۔ شریف ہیں بڑے اچھے بولنے والے آدمی ہیں دین و دنیا میں بڑے اچھے مشہور آدمی ہیں انہیں ووٹ دو تو لوگ کہتے تھے کہ شریف آدمی کو ووٹ دے کر کیا کریں گے ہم تو اس کو ووٹ دیں گے جو تھانے چوکی میں کام آئے۔ کورٹ کچہری میں کوئی بندے کا کام کرے اس مولانا سے ہمیں کیا حاصل ہو گا۔ یعنی لوگوں کی بنیادی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اس بندے سے تعاون کیا جائے جو جرائم میں ہمارا معاون ہو ہم جرم کریں اور وہ ہمیں تحفظ دے یہ ہمارا قومی مزاج ہے اور اسی پر ہمارے ملک کی حکومت کی تعمیر ہوتی ہے۔ یعنی کبھی آپ نے یہ سوچا نہیں کہ کتنا عجیب ملک ہے کہ جس کا جانے والا ہر حکمران اپنے پیچھے چور چور کے نعرے چھوڑ جاتا ہے۔ گذشتہ نصف صدی سے جو حکومت بدلتی ہے۔ اسے چور چور کہہ کر بھگایا جاتا ہے۔ تب وہ نکلتی ہے اب دوسری آ جاتی ہے پھر اس کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے چور چور چور چور وہ جاتی ہے۔ پھر ایک اور آتی ہے پھر شروع ہو جاتا ہے چور، چور، چور کوئی ایک حکومت بتایئے جو اس سے مستثنیٰ رہی ہو۔ کیسا عجیب ملک ہے جس پہ ہمیشہ چور ہی حکمران بنتے ہیں۔ اس لئے کہ ہماری سوچ میں چوری ہے۔ ہم چور ہیں۔ ہم اپنے فرائض ادا نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے حق سے زیادہ لینا چاہتے ہیں جھوٹ بول کر، چوری سے، ہیرا پھیری سے، وہی جو ہماری سوچ ہے اس طرح کے ہم نمائندے چنتے ہیں پھر ان میں جو تگڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنا لیڈر چن لیتے ہیں اب ظاہر ہے جو بھیڑیوں کا سردار بنے گا وہ سب سے زیادہ خونخوار بھیڑیا ہو گا دنبہ تو نہیں بنے گا تو یہ ساری فکر یا سوچ کا یہ انداز یا کردار کے اطوار کے یہ نمونے یہ سارے جو ہیں یہ ٹھوک ٹھاک کر بدل دے گا یہ نظام کوٹ کاٹ کر سیدھا کر دے گا۔ نظام شرعی میں نہ رشوت کام آئے گی نہ سفارش کام آئے گی نہ کوئی رشتہ داری کام آئے گی وہ تو سیدھا سیدھا ہر بندے کا

شریعت کے ساتھ معاملہ ہو گا اور شریعت کی نگاہ میں ہر فرد برابر ہے سلطان و امیر ہے یا وہ گدا و فقیر ہے تو یہ بہت سے رولے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

سوال:۔ یہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کا کسی صاحب نے لکھا ہے۔

جواب:۔ ہمارے ہاں ہماری لائبریری میں دو کتابیں موجود ہیں حیات برزخ یہ جس میں مدلل طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر دیا ہے کہ برزخ کی زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے؟ یہ دنیا کی زندگی موت برزخ کی زندگی کیا ہے اور اس کے شرعی دلائل کیا ہیں حدیث سے کس طرح ثابت ہے۔ قرآنی آیات کا کیا مفہوم ہے اور کافی بڑی کتاب ہے آپ لیجئے مطالعہ کیجئے دوسری ایک کتاب خاص اس موضوع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء کے نام سے تصنیف فرمائی تھی وہ بھی لائبریری میں موجود ہے جس میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی زندگی موت یا اس پر مدلل ارشاد ہیں اور جہاں قرآن و حدیث کے حوالے ہیں متقدمین سلف صالحین سے لے کر اساتذہ دیوبند اور علمائے دیوبند تک کی آرا اس میں جمع کر دی گئیں ہیں اور ایک تیسری کتاب بھی لائبریری میں ہے جو صرف حیات النبی ﷺ پر ہے تو آپ لیجئے مطالعہ کیجئے اور خود کو سیراب فرمایئے اب چونکہ آپ نے لکھ دیا تو میں مختصراً ان آیات کے حوالے سے چند منٹ عرض کر دیتا ہوں کہ حیات النبی کے انکار میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی کا حوالہ دینے میں کل نفس ذائقہ الموت۔ کل من علیہ فان۔ کل شیء ھالک مان کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کرتے ہیں بات یہ ہے کہ سمجھنا یہ چاہئے کہ موت شے کیا ہے۔ اگر تو موت کسی فنا کا نام ہے پھر تو ہر مرنے والا ختم ہو گیا۔ بات ختم ہو گئی پھر تو برزخ کا سارا سلسلہ ہی جو ہے اس کا انکار ہو گیا۔ عذاب و ثواب قبر سب کا انکار ہو گیا ہے۔

مگر یہ ضروریات دین میں سے ہے ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن پر دین کی عمارت استوار ہے۔ اس کا انکار ممکن نہیں سو قرآن حکیم میں کافر کی موت کا ذکر ملتا ہے کہ فرشتے اسے بڑی اذیت سے اس کی روح قبض کرتے ہیں اس سے باتیں کرتے ہیں۔ سوال جواب کرتے ہیں۔ کیا کرتے رہے؟ فیم کنتم..... فی الارض جی ہم تو غریب لوگ تھے جہاں ہمارے سردار کہتے چلتے رہے وہ کہتے ہیں الم تکن ارض اللہ واسعہ .... فیھا اللہ کی زمین وسیع تھی جہاں بدکار تھے یا برائی کفر تھا مجبور تھے تو وہاں سے چھوڑ دیتے اب ساری دنیا چھوڑے جا رہے ہو اس وقت ایک شہر یا ایک علاقہ یا ملک چھوڑنا پڑتا تو دین کے لئے چھوڑ دیتے جہاں نیکی ہوتی وہاں چلے جاتے اس طرح کی باتیں ملتی ہیں پھر یہ بھی ملتا ہے یضربون وجوھھم وادبارھم ان کے منہوں پہ مارتے ہیں ان کی پیٹھوں پہ مارتے ہیں۔ اس طرح روح قبض کر کے لے جاتے ہیں اب اس روح کے قبض ہو جانے کے بعد وہ نہ روح ختم ہو جاتی ہے اور نہ وجود کا تسلسل روح کے ساتھ ختم ہوتا ہے بلکہ روح کو جو عذاب ہوتا ہے اس کا جو تعلق قائم کر دیا جاتا ہے دوزخ کے ساتھ تو بدن گل سڑ کے مادے کی کسی بھی شکل میں چلا جائے اس کی کیفیات اس ہر ذرے تک پہنچتی رہتی ہیں وہ روح زمین پر ذرات منتشر کر دو اس بدن کے ذرات جہاں بھی ہوں گے جو عذاب روح کو ہو رہا ہے اس کے اثرات ہر ذرے کو اس کے حصے کے مطابق پہنچتے رہتے ہیں۔ رابطہ آپس میں ہر ذرے کا رہتا ہے اور جب قیامت قائم ہو گی تو وہی ہر ذرہ واپس آ کر اپنا بدن سلامت ہو جائے گا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تھا کہ بارالہا میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ قیامت کو کس طرح وجود جو ہیں پھر سے زندہ ہو جائیں گے تو فرمایا تمہیں

اعتبار نہیں ہے فرمایا نہیں ایمان ہے اولم یومن۔ تمہیں یقین نہیں ہے قال بلیٰ۔یہ تو یقین ہے لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا طریقہ کار کیا کیسے ہو گا۔ فرمایا چار قسم کے پرندے لے لو انہیں اپنے ساتھ ہلا لو آپ کی آواز پر۔۔۔ وہ جب آپ بلائیں دوڑے آئیں فعترھن علیک۔انہیں کچھ دن دانہ دنکا کھلا کر ہلا لو اپنے ساتھ پھر انہیں کاٹ دو ذبح کر دو ان کے گوشت کو کچل دو ان کے ریزے ریزے کر دو خون پر گوشت ہڈیاں ہر چیز مسل کر رکھ دو مختلف پہاڑوں پر دور دور پھینک دو جتنا پھیلا سکتے ہو پھیلا دو۔ذرات دور دور پھینک کر پھر ایک ایک کو بلاؤ جس طرح زندوں کو بلاتے ہو "یا تینک سعی" ہر ذرہ بھاگتا ہوا آپ کے پاس آئے گا چنانچہ آپ نے قرآن کریم میں موجود ہے انہوں نے وہ ذرات منتشر کرکے پھینک دیئے جب پکارا تو کہیں سے کوئی ٹوٹے ہوئے پر کا کوئی ریزہ آرہا ہے۔ کہیں سے کوئی خون کا قطرہ آ رہا ہے۔کہیں کڑی کا ریزہ آ رہا ہے۔ کہیں گوشت آ رہا ہے وہ ذرہ ذرہ جو تھا وہ ہر چیز سے الگ ہو کر ہر ایک کا آتا گیا جڑتا گیا وجود بنے زندہ ہو گیا اس طرح قیامت ہو گی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ذرے کا رابطہ اپنی روح کے ساتھ رہتا ہے۔ جب وقت معین آئے گا زندہ ہو جائے گا یہ تو تھا کافر۔ مومن کی موت اس سے الگ ہوتی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے کہ جنت کے فرشتے آتے ہیں خوشبوئیں لاتے ہیں۔ معطر لباس لاتے ہیں اسے حوصلہ دیتے ہیں۔ گھبرانے کی کیا بات ہے بھائی دنیا سے جا رہے ہو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ دنیا میں تم آزمائش میں تھے اللہ نے تمہیں کامیاب کیا تم اس سے بہتر جگہ جا رہے ہو اور دنیا میں بھی ہم تمہارے ساتھ تھے ہم اللہ کے فرشتے ہر وقت تمہارے ساتھ تھے اور موت میں ہم تمہارے پاس ہیں برزخ میں ہم تمہارے ساتھ ہوں گے تمہیں تو گھبرانے کی ایسی کوئی بات نہیں۔ تتنزل علیھم الملئکۃ .... کنتم توعدون۔ تمہیں تو مبارک ہو بھائی جس کا وعدہ کیا تھا اللہ نے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس جنت میں جا رہے ہو گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تو روحیں ہشاش بشاش خوش و خرم لے جاتی ہیں اس کا رابطہ برزخ میں جنت کے ساتھ کرا دیا جاتا ہے تو جو انعامات جو کیفیات جو انوارات روح پر وارد ہوتے ہیں وہ بالواسطہ بدن خواہ کسی شکل میں بھی چلا جائے کوئی جلا دے کسی درندے کو کھلا دے، کسی پرندے کو کھلا دے۔ مٹی میں ملا دے ہر ذرہ کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتا ہے اور وہ کیفیات اس ذرے تک پہنچتی رہتی ہیں۔ اب اس سے آگے ایک موت ہے شہید کی وفات کو موت تصور کرنے سے اللہ نے منع کر دیا کہ عرضی موت کی طرح ولاتحسبن ...... اموات جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اب لفظ قتلوا قتل کا اطلاق بدن پر ہوتا ہے۔ بدن کو چوٹ لگتی ہے کاٹا پھاڑا جاتا ہے۔ دفن ہو جاتا ہے۔ فرمایا انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو یہ خیال ہی نہ کرو کہ یہ مر گیا ہے۔ "احیاء ھم عندربھم یرزقون" کھاتے پیتے ہیں زندہ ہیں۔ عندربھم پر ایک دفعہ انہی احباب نے جو حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں ہیں ایک مناظرے میں امین صاحب کے سامنے اعتراض کیا تھا کہ عندربھم سے مراد کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں یہ نہیں کہ ان کی روحیں ویسے زندہ ہیں تو انہوں نے بڑا خوبصورت جواب دیا تھا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ "ان الدین عند اللہ السلام" یہاں بھی لفظ عند اللہ استعمال ہوا ہے دین دنیا پر تو نہیں ہو گا عند اللہ ہی ہو گا یعنی اگر عند اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کے پاس ہیں دنیا کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ان الدین عند اللہ السلام تو پھر اسلام صرف اللہ کے پاس رہے گا دنیا میں تو نہیں ہو گا آپ کی منطق

صحیح نہیں ہے۔ عند اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی قوت سے اللہ کے کرم سے اللہ کی عطا سے اس میں آیات موجود ہے تمہاری سمجھ سے بات بالاتر ہے کہ کوئی مر کر بھی زندہ ہے اور اس نے موت کو شکست دے دی اب شہداء کی زندگی کی اللہ کریم نے جو خبر دی ہے اس کا اثر ان کے وجودوں پر یہ مرتب ہوا کہ ان کے بدن اس طرح رہے جس طرح زندہ آدمی کا بدن ہوتا ہے یعنی بدن کے ساتھ جب روح کا رابطہ اتنا مضبوط رہا کہ وہ بدن تر و تازہ تھے اب شہداء احد کے بدن چالیس سال بعد نکالے گئے اور دوسری جگہ منتقل کئے گئے ترو تازہ تھے۔ اسی طرح ترکی میں دو صحابہ رضی اللہ عنہ کے بدن وہ غالباً" انیس سو کچھ میں نکالے گئے وہاں دریا کا پانی آگیا تو انہوں نے سلطان کو خواب میں آکر حکم دیا مشہور واقعہ بے شمار رسائل میں ہے پچھلے دنوں بھی کسی ڈائجسٹ نے اسے دوبارہ ری پرنٹ کیا ہوا تھا۔ سلطان کو حکم دیا انہوں نے خواب میں کہ بھائی ہمیں یہ دریا پانی کا پریشان کر رہا ہے آپ ہماری جگہ دریا سے ذرا دور کر دیجئے ہماری قبریں کھول کر وہاں کر دیجئے تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ قبریں کھولی جائیں گی اور دنیا سے مبصرین اس میں شریک ہوئے روئے زمین کے ممالک کے مبصر سرکاری طور پر جب قبریں کھولی گئیں وہ ترو تازہ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے پل بھر کے لئے آنکھ جھپک گئی اور ابھی سو گئے ہیں بلکہ اسمیں یہ انہوں نے تفصیل دی تھی کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی تھیں اور ان میں اتنی روشنی تھی کہ کوئی تاب نہیں لا سکتا تھا یوں نظر آتا تھا جیسے ان کی نگاہ جگر پھاڑ دے گی اور بے شمار غیر مسلم مبصر جو تھے وہاں ٹی وی والے اور کیمروں والے اور اخبار نویس اور سائنس دان اور بے شمار لوگ جو وہیں مسلمان ہو گئے اور وہ مزارات تبدیل کر دیئے گئے۔ ۱۹۷۸ء میں مسجد نبوی کا یہ حصہ جو ہے بڑھایا گیا جس طرف حضور علیہ السلام کے والد ماجد کی قبر تھی تو حضور ﷺ کے والد گرامی کا جسد اطہر نکالا گیا جو تر و تازہ تھا یہ اس ۱۹۸۷ء میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی تھے جنہوں نے مہر نبوت چومی تھی ان کا جسد اطہر نکالا گیا وہ زمین اونچی تھی مسجد نبوی شریف کا لیول کم تھا تو وہ ساری کھدائی کر کے برابر کی گئی تو وہ وجود نکالے گئے جو اس کھدائی کی زد میں آگئے تو تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجود اور بھی نکلے جن کے بارے معلوم نہیں تھا کہ کون کون صاحب ہیں لیکن سارے وجود تر و تازہ تھے۔ وہ جنت بقیع میں منتقل کئے گئے تو وہ شہید کے روح کا جو تعلق بدن کے ساتھ ہے اس کے مظہر تھے کہ جس طرح زندگی میں روح کے تعلق کی وجہ سے بدن تر و تازہ رہتا ہے اور روح کا تعلق ختم ہو جائے تو گلنے سڑنے لگتا ہے۔ شہداء کا تعلق اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ ان کے وجود زندگی کی طرح تر و تازہ رہتے ہیں اب بات آگئی انبیاء کی تو انبیاء کی بات کو کم از کم شہداء سے کسی حد تک اندازہ کر سکتے ہیں کہ جن کی غلامی میں مرنے والوں کا یہ مقام ہے تو انکا مقام کیا ہو گا اور اس پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اگر کوئی سمجھنا چاہے تو اپنی دیانتداری سے خود سوچے کہ آپ کی شایان شان کیا ہو گی جہاں تک عطاء حق کا تعلق ہے تو مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی موت صرف اس قدر ہے کہ روح اطہر یا وجود اطہر کا جو تعلق دنیا کے ساتھ تھا دنیاوی زندگی کے ساتھ تھا۔ دنیاوی فضا کے ساتھ تھا۔ دنیا کے موسموں کے ساتھ تھا وہ منقطع کر کے برزخ کے موسموں کے ساتھ' برزخ کی غذا کے ساتھ' اس ملک کے ساتھ منتقل کر دیا گیا یا جس طرح ایک لیمپ پر جس طرح فانوس رکھ دیا جائے۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ویسی ہی روشن ہے جس طرح دنیا میں تھی۔ روضہ اطہر پہ آج بھی وہی ادب ہے جو حیات دنیاوی میں ادب تھا لیکن یہ حق ہے کہ حضور پر موت وارد ہوئی۔ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے

گئے۔ حضور ﷺ کو روضہ اطہر میں دفن کیا گیا لیکن یہ موت زندگی کو مانع نہیں ہے۔ اس موت کا مطلب فناء نہیں ہے یہ موت عام موت کی طرح نہیں ہے۔ یہ موت شہیدوں، صدیقوں، انبیاء سے بھی مختلف ہے۔ محمد رسول اللہ کی اپنی شان ہے۔ باقی سب کی اپنی شان اور سارے انبیاء کی موت جو ہے وہ حیات کو مانع نہیں ہوتی۔ شہید کی موت حیات کو مانع نہیں ہے۔ نبی کی کیسے مانع ہو اور جب سرور انبیاء علیہ السلام کی بات آتی ہو وہ بات ہی اور ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم اپنی انا کے اسیر ہیں۔ خود کو اوپر نہیں لے جا سکتے اوپر والوں کو نیچے لانے کی فکر میں رہتے ہیں جو ممکن نہیں ہوتا ہماری یہ کمزوری ہے۔ بشری کمزوری ہے انسانی کمزوری ہے کہ خود کو کسی اعلیٰ مقام پر نہیں لے جا سکتے جنہیں نصیب ہے انہیں نیچے لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سب ایک ہی جیسے ہیں ارے بھائی سب ایک جیسے کہاں جہاں کے اندر جہاں ہے وجود کے اندر وجود ہیں۔ زندگی کے اندر زندگی ہے۔ ہر بدن میں ارب ہاتم کے جراثیم بستے ہیں کتنے شہر کتنے قریے، کتنی آبادیاں ہیں ہر وجود کے اندر۔ ایک قطرہ خون کے اندر۔ لاکھوں کروڑوں جرمز ہیں وہ پیدا ہوتے ہیں وہ پلتے بڑھتے ہیں وہ مرجاتے ہیں آپ کو خبر ہی نہیں ہوتی کون مرا کون پیدا ہوا کہاں سے آیا جب اپنے بدن کے اندر کتنی کائناتیں ہیں جن کی ہمیں خبر نہیں ہوتی اس کائنات کی وسعت میں ہم ان باتوں کو تلاش کہاں کرتے پھریں میرے بھائی حق یہ ہے کہ موت فنا کا نام نہیں ہے زندگی کا ایک دوسرا رخ ہے۔ عالم ارواح میں ارواح پیدا فرماتے قادر مطلق نے ہر روح کے لئے جو بدن بنایا ہے ازل سے اس کے ذرات مقرر کر دیئے ہر شکم مادر میں وہی ذرہ اس وجود کے لئے جمع ہوتا ہے جو اس قادر مطلق نے مقرر کردیا ہے۔ کوئی اتفاقی یا حادثاتی طور پر نہیں آتا۔ ان ذرات میں جب روح پھونکی جاتی ہے تو دنیا کی زندگی میں مکلف بالذات بدن ہوتا ہے روح اس کے تابع ہوتی ہے نہ ہمیں کبھی روح نظر آئی نہ ہم نے دیکھی نہ اس کی گرمی سردی سے ہم واقف لیکن وہ بدن کے افعال سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔ بدن نیکیاں کرتا ہے روح منور ہوتی ہے۔ بدن برائیاں کرتا ہے روح سیاہ ہوتی ہے۔ موت یہ تبدیلی پیدا کرتی ہے کہ مکلف بالذات روح ہو جاتی ہے اور بدن اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ یہ قانون ہے عام آدمی کے لئے عام آدمی کی موت بھی فنا نہیں ہے۔ تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں جس طرح گرمی سردی نیک بد براہ راست بدن کو متاثر کرتی تھی روح اس کے تابع تھی برزخ میں براہ راست روح کو متاثر کرتی ہے بدن اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ جب حشر قائم ہو گا تو بدن اور روح دونوں برابر کے مکلف ہو جائیں گے یہ تیسری تبدیلی آئے گی جہاں تک بات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہے ان کا مقام ان باتوں سے بلند ہے ان کی زندگی زندگی ہے۔ ان کی موت ان کی موت ہے اسے ہم اپنی موت پر یا عام موت پر یا لفظ موت کے اشتراک سے قیاس کرنے لگیں تو پھر تو قرآن میں آتا ہے "ید اللہ فوق ایدیھم" انسانوں کے ہاتھوں کو بھی ایدی کہہ دیا ید کہہ دیا اور اللہ کے دست قدرت کو بھی ید کہہ دیا اب لفظی شراکت سے اللہ کا ہاتھ اور انسانوں کا ہاتھ برابر نہیں اللہ کے لئے جب آپ ید استعمال کریں گے اسکی شان کے مطابق ہو گا جو اسے سزاوار ہے اور عام آدمی کے لئے کریں گے تو عام آدمی ہمارا یہ ہاتھ ہو گا اس کا دست قدرت ہو گا اسی طرح جب موت کی بات آپ جب میرے لیے کریں گے تو اس کا معنی میری حیثیت کے مطابق ہو گا۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بات ہو گی تو ان کی شان کے مطابق ہو گا۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی اگر مدارج یا مراتب کا کوئی احساس نہ رکھے گا تو زندیق ہو جائے گا۔

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر کہ قرآن
کریم کو سمجھانہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467